الکلام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میگزین

Al kalam

فروری 2016 شمارہ XXII

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے پہلے وزیٹر بھارت رتن ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام کی پہلے جلسۂ تقسیم اسناد 5/ اگست 2005ء میں شرکت کی ایک یادگار تصویر۔

ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام نے اس موقع پر کہا تھا کہ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی ہی اردو زبان کو قومی سطح پر ترقی دے سکتی ہے۔ انھوں نے اردو زبان کو سائنس سے مربوط کرتے ہوئے جدید مسابقتی اور معیاری ادب کی فراہمی پر زور دیا تھا۔ یونیورسٹی ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام کی آئی آئی ایم شیلانگ میں 27/ جولائی 2015 کو ایک لکچر دینے کے دوران اچانک طبیعت بگڑ گئی تھی۔ بعد ازاں حرکت قلب بند ہونے سے ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ 29/ جولائی 2015 کو ان کے انتقال پر یونیورسٹی میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

ڈاکٹر کرن سنگھ اتوال اور جناب محمد وسیم پٹھان کے ساتھ طلبہ کلچرل پروگرام پیش کرتے ہوئے۔

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز، شیخ الجامعہ ترنگا لہراتے ہوئے

ڈسپلن کی پابندی طلبہ کو بہتر انسان بنائے گی

شیخ الجامعہ کا یوم جمہوریہ پیام

شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے 26/ جنوری 2016 کو یوم جمہوریہ کے موقع پر یونیورسٹی کی عمارت انتظامی کے روبرو پرچم کشائی کی۔ بعد ازاں انہوں نے ڈی ڈی ای آڈیٹوریم میں منعقد یوم جمہوریہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نظم و ضبط کی پابندی ہمارے لیے بے حد ضروری ہے کیونکہ نظم ہی ملک کو عظیم بناتا ہے۔ یہ دنیا ایک نظام کے تحت رواں دواں ہے۔ ضابطہ کے لیے ہی ہمیں دستور کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ سماج میں امن و امان قائم رہے۔ یہی اصول اداروں کے لیے بھی ہے۔ جو سماج میں اچھی زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔ ڈسپلن کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ اسے اپنا کر ہم ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اس موقع پر اپنے یوم جمہوریہ پیام میں ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے کہا کہ ڈسپلن شکنی کرنے والے افراد کا سخت نوٹ لیا جائے گا۔ انہوں نے طلبہ کو آگاہ کیا کہ وہ مفادات حاصلہ سے بچیں اور علاقائیت کے خلاف کام کرتے ہوئے یونیورسٹی میں اتحاد قائم رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بنیادی انسانی ضرورتوں پر توجہ دیتے ہوئے کسی بھی قسم کے تنازعات سے دور رہنا چاہیے۔ طلبہ کے لیے یہ وقت بہت قیمتی ہے جسے لایعنی کاموں میں گنوانا نہیں چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ جوابدہی کے احساس کے ساتھ طلبہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت کا استعمال حصولِ علم کے لیے کریں تاکہ آئندہ وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں اور قوم وملت کی خدمت کرتے ہوئے دنیا میں ملک کا نام روشن کریں۔

ڈاکٹر اسلم پرویز نے تقریب کے دوران طلبہ کے جوش وخروش کے ساتھ ثقافتی پروگرام کی پیشکشی کی ستائش کی۔ انہوں نے یوم جمہوریہ کی مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ یونیورسٹی میں اساتذہ اور طلبہ کا ایک کلچرل کلب تشکیل دیا جائے گا، جس میں موسیقی سے دلچسپی رکھنے والے اساتذہ اور طلبہ کو شامل کیا جائے گا۔ اس سے ان کے ہنر کو فروغ دینے میں آسانی پیدا ہوگی اور یونیورسٹی خود ایک ریسورس کا کام کرے گی۔ انہوں نے یونیورسٹی میں اسپورٹس کو بھی مزید بہتر بنانے پر زور دیا تاکہ اس سے یونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں اور اس میدان میں بھی وہ آگے بڑھ سکیں۔

کلچرل پروگرام ڈاکٹر کرن سنگھ اتوال، اسسٹنٹ پروفیسر ہندی اور جناب محمد وسیم پٹھان، اسسٹنٹ پروفیسر، تعلیم وتربیت کی نگرانی میں منعقد ہوا۔ موسیقی کی نگرانی استاد سردار خان نے کی۔ جناب میر ایوب علی خان، میڈیا کوآرڈینیٹر نے کاروائی چلائی۔ پروگرام میں طلبہ، اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ کی کثیر تعداد موجود تھی۔

عرش الدین رہبر، ریسرچ اسکالر اردو، مانو پر اپنی نظم سناتے ہوئے

گرشماوندنا، ریسرچ اسکالر ہندی حب الوطنی گیت پیش کرتے ہوئے

شیخ الجامعہ کے قلم سے

آپ مانو کو ایک مثالی ادارہ بنا سکتے ہیں

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

عزیز ساتھیو!

مجھے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے ساتھ بحیثیت شیخ الجامعہ وابستہ ہوئے چار مہینے سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ گرچہ تقرری سے قبل میں یونیورسٹی میں پھیلی ہوئی بے چینی اور ہلچل سے واقف تھا۔ تدریسی و غیر تدریسی عملہ احتجاج پر تھا اور یونیورسٹی کا سارا کام معطل ہو چکا تھا۔ یونیورسٹی کے ملازمین کو شائد پہلی بار اتنے طویل عرصہ کے بحران کا تجربہ ہوا ہوگا۔ لیکن یہ سب چیزیں بھی مجھے یہاں آنے سے نہیں روک سکیں۔ کیوں کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے بارے میں میرا نقطۂ نظر ہی دوسرا ہے۔ طویل عرصے تک ایک سائنس داں، ایک استاد اور اردو کے ایک ماہانہ سائنسی رسالے کے مدیر کی حیثیت سے جو تجربات اور مشاہدات مجھے حاصل ہوئے ہیں ان کے باعث مختلف چیزوں کے متعلق میری سوچ میں بے انتہا تبدیلی ہوئی ہے۔ اسی لیے میں نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ شخصی طور پر یہاں ہونے والے واقعات کو دیکھا اور یونیورسٹی کو دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے بہتر لائحہ عمل کی تلاش کی۔

یونیورسٹی میں ذمہ داری کا باقاعدہ جائزہ حاصل کرنے کے بعد میں نے سب سے پہلے احتجاجی ملازمین کے نمائندوں سے ملاقات کی، ان کی شکایات سنیں اور انہیں اس بات کا تیقن دیا کہ آج کے بعد یونیورسٹی کا ہر فیصلہ صرف میرٹ کی بنیاد پر ہوگا اور تمام لوگوں کے لیے انصاف کو یقینی بنایا جائے گا۔

میں نے ایک اچھی بات یہ محسوس کی ہے کہ یونیورسٹی کے ملازمین کی ایک بڑی تعداد مثبت رویے کی حامل ہے۔ وہ یونیورسٹی کی بھلائی اور ترقی کے لیے اپنی خدمات دینا چاہتی ہے۔ اس حوصلہ افزا صورت حال کی وجہ سے میں نے اپنے متعینہ وقت پر مبنی ایک منصوبہ اور یونیورسٹی کے لیے ایک ویژن کی تیاری کا مشن شروع کیا ہے۔ میں ایسے طریقہ کار کی تلاش میں ہوں جس سے ملازمین کے اعتماد، صلاحیتوں اور قابلیتوں کو حاصل کر کے انہیں ادارے کی بہتری کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہو۔

میں نے یہ بات بھی محسوس کی ہے کہ اکثر ملازمین مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کو اعلیٰ تعلیم کا ایک ایسا منفرد ادارہ سمجھتے ہیں جسے ملک کے دانشمندوں نے ان اردو بولنے والوں کی ترقی کے لیے قائم کیا ہے جو برسوں سے سماجی اور معاشی پسماندگی کا شکار ہیں۔ اس کا مقصد بہت ہی سادہ اور واضح ہے۔ یعنی اردو میڈیم کے ذریعے تعلیم کی فراہمی، اس مقصد کے حصول کے لیے فاصلاتی اور کیمپس دونوں طرز کی بنیادی سہولتوں سے بھرپور استفادہ ضروری ہے۔ یونیورسٹی کے بنیادی مقاصد کا ایک اور عنصر اردو بولنے والی آبادی کو پیشہ ورانہ مہارتیں فراہم کرنا ہے۔ حکومت نے بھی خواتین کی تعلیمی ضروریات پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے انہیں بااختیار بنانے کا مقصد طے کیا ہے۔ ان مقاصد کا ایک اور اہم جز اردو زبان اور اس کی ثقافت کا تحفظ ہے جو ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کا بہترین نمونہ ہے۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ میرے پیش رووں نے ضروری انفراسٹرکچر کی تیاری اور فروغ کے لیے مخلصانہ کوششیں کی ہیں۔ درحقیقت میں نے اس مرحلے میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں لی ہے جہاں اب تک کے کیے گئے کاموں کا استحکام کرنا ہے اور پھر اسے آگے لے جانا ہے۔

بدقسمتی سے کچھ ایسے معاملات بھی میرے سامنے آئے جن سے یونیورسٹی کی کارکردگی سست ہوگئی اور اس کے نتیجے میں بعض اجزا عدم کارکرد ہوگئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسی سرگرمیاں بھی ہوئیں جو یونیورسٹی کی ترقی کے لیے رکاوٹ تھیں۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے سامنے جو اہداف ہیں وہ کسی بڑے چیلنج سے کم نہیں۔ ایک چیلنج تو یہ ہے کہ علم کی بنیاد کو وسیع تر بنانا اور اس کو ان لوگوں تک پہنچانا جن کو اس کی ضرورت ہے۔ تعلیم کو زیادہ سے زیادہ طلبہ مرکوز بنانے کا بھی چیلنج میرے سامنے ہے اور یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ اردو یونیورسٹی میں طلبہ کی کثیر تعداد آسانی سے داخلہ لے سکے، دنیا کو یہ بھی بتانا ہے کہ اردو محض ایک غیر معمولی، ادبی اور روح کو گرمانے والی شاعری کی زبان ہی نہیں بلکہ کمپیوٹر سائنس وانفارمیشن ٹکنالوجی، خالص اور اطلاقی سائنس، ریاضی، ٹکنالوجی وصنعت، تجارت، مالیات اور انتظامیہ جیسے جدید مضامین کی تعلیم اور عملی تربیت کا ایک موثر وسیلہ بھی ہے۔

اس یونیورسٹی کے کئی اسکول اور شعبہ جات ہیں۔ ان کے علاوہ مخصوص موضوعات کے لیے مراکز قائم ہیں۔ کل ہند مسابقتی امتحانات کے لیے طلبہ کو تیار کرنے کی غرض سے ایک اکیڈمی قائم ہے اور کثیر الجہت مفکر، صف اول کے مجاہد آزادی مولانا ابوالکلام آزاد کے نام پر ایک چیر بھی قائم ہے۔

یونیورسٹی مختلف چیلنجز کا سامنا کرنے، ان پر قابو پانے اور مثبت طور پر ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے پوری طرح لیس ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ طلبا کے علم کی بنیادوں کو بہتر بنا کر، انگریزی و ہندی میں ان کی استعداد کے لیے خصوصی کوچنگ فراہم کر کے انہیں ایک مثالی اور اختراعی منصوبے میں شامل کیا جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں خصوصی مہارتوں (Soft Skills) کو پروان چڑھایا جائے اور مقابلے کے ایک بڑے میدان کے دروازوں کو ان کے لیے کھولا جائے تا کہ وہ ملک میں کسی جھجک کے بغیر کاندھے سے کاندھا ملا کر دوسروں سے مقابلہ کر سکیں۔ اس کوشش میں ان کی کامیابی کا واحد مقصد ملک اور وسیع پیمانے پر پوری انسانیت کی خدمت ہو۔

میرے ذہن میں جو وسیع تصور ہے اور جس پر میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے لیے کام کر رہا ہوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ یونیورسٹی مختلف یونیورسٹیوں کی صف میں قابل فخر مقام کی حامل ہے۔ جہاں کسی بھی جانب سستی وکاہلی اور بدنظمی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جہاں مخلصانہ کارکردگی اور احساس جواب دہی ہمارے ایمان کا حصہ ہوں۔ موثر طریقے سے اکتساب اور تعلیم کی فراہمی اور دوسروں کے لیے ہم مخلص اور ایماندار ہوں۔

مجھے امید ہے کہ اساتذہ، دیگر عملہ اور طلبا ان چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے کھڑے ہوں گے اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کو بے مثال کامیابی عطا کریں گے۔

شیخ الجامعہ نے کہا............

☆☆ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز، شیخ الجامعہ، نے شعبۂ عربی کی طلبہ انجمن المنتدی العربی کے قومی سمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علم ایک اکائی ہے۔ اس کو دین و دنیا کے دو خانوں میں تقسیم کرنا نامناسب ہے۔ سائنس علم کا مترادف ہے۔ مسلمانوں نے اس کو بہت پہلے ہی محسوس کر لیا تھا، اسی لئے سائنس کے تمام شعبوں میں ہمیں ان کی اوّلین تحقیقات ملتی ہیں۔ اب یورپ کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ ابھی حال ہی میں یونیسکو نے اس قسم کے اعترافات کئے ہیں۔ لائبریریوں میں موجود مراجع کی روشنی میں علمی مقالات تیار کرنا کافی نہیں۔ ضرورت ہے کہ ان موضوعات کو اپنی تحقیقات کے لئے منتخب کیا جائے جو مخفی ہیں لیکن ان پر کام ہو جائے تو آئندہ نسلیں یاد کریں گی۔

☆☆ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی طلبہ یونین کی تقریبِ حلف برداری سے خطاب کرتے ہوئے شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے کہا کہ طلبہ کو احسن رویہ اپنانا چاہئے اور حسن سلوک سے کام کرنا چاہئے۔ طلبہ کو ہمیشہ یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ وہ ایک ایسی یونیورسٹی کی نمائندگی کر رہے ہیں جس کی ایک الگ شناخت ہے۔

یونیورسٹی اردو اور اردو ذریعہ تعلیم کے فروغ کی پابند: ظفر سریش والا

چانسلر

جناب ظفر سریش والا نے 7/ اگست 2015 کو یونیورسٹی کیمپس میں مختلف اسکولس کے ڈینس اور مراکز کے ڈائرکٹرس کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یونیورسٹی اردو زبان اور اردو ذریعۂ تعلیم کے فروغ کی پابند ہے۔

جناب ظفر سریش والا اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے۔ پروفیسر ایچ خدیجہ بیگم، پروفیسر مشتاق احمد کاو اور ڈاکٹر آمنہ تحسین بھی دیکھے جاسکتے ہیں

ظفر الدین نے اس موقع پر مرکز اردو زبان، ادب و ثقافت کی تازہ تصنیف ''سردار جعفری: کل اور آج'' کا ایک نسخہ چانسلر کی خدمت میں پیش کیا۔

☆☆ جناب ظفر سریش والا نے یکم/ جنوری 2016 کو یونیورسٹی کیمپس کا دورہ کیا۔ انہوں نے اس موقع پر سینئر اساتذہ، صدور شعبہ جات اور عہدیداروں کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔

ساتھ ہی ہمیں اپنے طلبہ کو انگریزی میں مہارت کے حصول پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ روزگار کے حصول کے معاملے میں وہ دوسروں سے پیچھے نہ رہیں۔ چانسلر نے کہا کہ خود احتسابی، آگے بڑھتے رہنے کا ایک بہترین زینہ ہے۔

جناب سریش والا نے بمبئی اسٹاک ایکسچینج (BSE)، UFO اور دیگر اداروں کے ساتھ طئے پائی یادداشت مفاہمت پر عمل آوری کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ پیشہ ورانہ کورسز کے طلبہ جب تک مارکٹ کا مشاہدہ نہ کریں انہیں وہاں کے تقاضوں کا اندازہ نہیں ہوگا۔ ممبئی میں منعقدہ کانفرنس ''تعلیم کی طاقت'' کا حوالہ دیتے ہوئے جناب سریش والا نے کہا کہ اس کے ذریعہ مہاراشٹرا کی اقلیتوں اور حکومت کے درمیان ایک رابطے کا آغاز ہوا ہے۔ چیف منسٹر مہاراشٹرا جناب دیویندر فڈنویس نے کانفرنس میں اردو اسکولس کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ جناب ظفر سریش والا کے مطابق ''تعلیم کی طاقت'' کے موضوع پر ہندوستان کے دیگر شہروں میں بھی سمینار منعقد کیے جارہے ہیں۔

پروفیسر خواجہ محمد شاہد، وائس چانسلر انچارج اور پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ، رجسٹرار انچارج نے بھی خطاب کیا۔ پروفیسر ایچ خدیجہ بیگم ، پروفیسر محمد ظفر الدین، پروفیسر فضل الرحمٰن، پروفیسر سلمٰی احمد فاروقی، پروفیسر کانچا ایلیہ، ڈاکٹر محمد یوسف خان اور ڈاکٹر آمنہ تحسین نے تبادلہ خیال میں حصہ لیا۔ پروفیسر سید محمد حسیب الدین قادری، پروفیسر عبدالعظیم، پروفیسر عبدالواحد، پروفیسر عزیز بانو، پروفیسر احتشام احمد خان، پروفیسر مشتاق احمد کاو، پروفیسر وہاب قیصر، ڈاکٹر راجندر مشرا بھی موجود تھے۔ پروفیسر محمد

انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ یونیورسٹی کو ترقی کی نئی بلندیوں پر پہنچائیں گے اور اردو آبادی کے لیے تشکیل کردہ اس یونیورسٹی کی تیز رفتار ترقی کو یقینی بنانے کے لیے وہ ایک سہولت کنندہ کے طور پر آئے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اردو یونیورسٹی میں حصول تعلیم کے خواہاں طلبہ کی بڑی تعداد مدرسے کے پس منظر کی حامل ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یونیورسٹی نظام میں ان کے بہ آسانی داخلے کو یقینی بنانے کے لیے درکار ماحول تیار کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز، وائس چانسلر نے چانسلر اور ارکان عملہ کو بتایا کہ اردو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے خواہشمند دینی مدرسے کے فارغین کے لیے ''برج کورسز'' (رابطہ کورسز) کا منصوبہ تیار کیا جارہا ہے۔ آئندہ چند ہفتوں میں نئے منصوبوں کو قطعیت دی جائے گی۔ طلبہ کے تقاضوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارا کام طلبہ کی ضرورتوں پر مرکوز ہونا چاہئے۔ تبھی ہم اپنا مقصد حاصل کرسکتے ہیں۔

ڈاکٹر اسلم پرویز نے مزید کہا کہ یونیورسٹی کو صلاحیتوں کی کھوج کے ساتھ ساتھ دستیاب صلاحیتوں کی تشکیل اور فروغ پر توجہ دینی چاہئے۔ طلبہ کی استعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے، انہیں روزگار کے قابل بنانے کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہے۔ پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ، رجسٹرار انچارج نے اسٹاف سے ملاقات کے لیے وقت مختص کرنے پر چانسلر کا شکریہ ادا کیا۔

سائنس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اسے نظریات سے بالاتر رکھنے کی ضرورت

اُردو یونیورسٹی میں ممتاز نیوکلیر سائنسداں پروفیسر پرویز ہود بھائی کا خصوصی لکچر

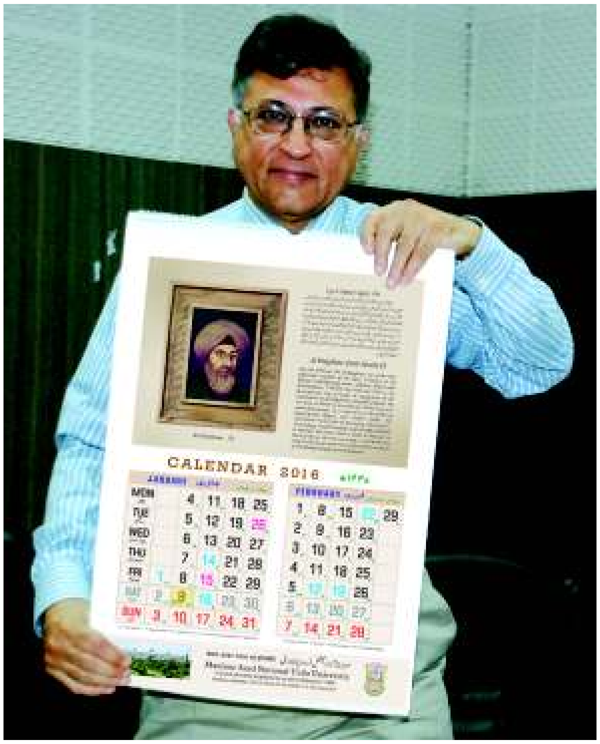

پروفیسر پرویز ہود بھائی نئے کیلنڈر 2016 کا اجرا کرتے ہوئے

ممتاز نیوکلیر سائنسداں پروفیسر پرویز ہود بھائی نے 7/جنوری 2016 کو ''سائنس کے میدان میں مسلمانوں کا عروج وزوال'' کے موضوع پر ایک خصوصی لکچر کے دوران کہا کہ سائنس کے مطالعہ کے لیے سماج میں سائنسی طریقۂ اکتساب کی قبولیت ضروری ہے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ آٹھویں صدی عیسوی میں موجودہ عراق کے شہروں بصرہ اور بغداد میں معتزلہ مکتبِ فکر کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اس دور میں تقریباً 5 صدیوں تک مسلم معاشرے میں سائنس کے فروغ کی اہم وجہ متنوع نظریات اور عقائد کے تئیں سماجی رواداری کا جذبہ رہا۔

پروفیسر ہود بھائی نے نظام تعلیم میں اصلاحات کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ طلبہ میں تنقیدی اندازِ فکر کو پروان چڑھایا جائے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس ظاہر کیا کہ ایسے طلبہ کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی جو سوالات کرتے ہیں۔ سائنس، حقائق کا مجموعہ نہیں بلکہ تحصیل علم کا طریقۂ کار ہے۔ تجریدی علم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ علم کو معاشی حوالے سے آنکنے کے بجائے اس کی محض علم کے طور پر قدر کرنی چاہیے۔ اس بات کی تائید میں انہوں نے بتایا کہ چند صدی قبل تک لوگوں کے لیے زمین کی ہیئت کی نوعیت یا جوہر کے حجم کے بارے میں بحث شائد سعی لاحاصل تھی۔ سائنس کا کوئی عقیدہ، رنگ یا مذہب نہیں ہوتا۔ اسے نظریات سے بالاتر ہونا چاہیے۔ حاضرین کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بچہ اپنی مادری زبان میں اگر چہ بہتر طور پر سیکھتا ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اعلیٰ سطح پر مادری زبان میں مواد کی دستیابی میں مشکل پیش آتی ہے۔

وائس چانسلر ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ یونیورسٹی، اعلیٰ تعلیم بالخصوص سائنس کے شعبہ میں انگریزی زبان کی اہمیت بخوبی سمجھتی ہے۔ ہماری یونیورسٹی اس بات کی کوشش کرے گی کہ وہ مدرسہ اور اردو میڈیم کے پس منظر کے حامل طلبہ کے لیے جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر عصری علوم سیکھنا چاہتے ہیں، ایک کڑی کے طور پر کام کرے۔ پروفیسر پی فضل الرحمٰن، ڈین اسکول آف سائنسز نے اردو یونیورسٹی میں اسکول آف سائنسز کے قیام اور فروغ کا مختصر جائزہ پیش کیا۔ ڈاکٹر پریہ حسن، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ طبیعیات نے مہمان کا تعارف کروایا۔ جناب میر ایوب علی خان، میڈیا کوآرڈینیٹر نے کاروائی چلائی اور شکریہ ادا کیا۔ پروگرام کا آغاز حافظ منیر کی قرأت کلام پاک سے ہوا۔ لائبریری آڈیٹوریم میں منعقدہ پروگرام میں طلبہ، اساتذہ اور عہدیداروں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کے لیے بطور خاص مانو ماڈل اسکول، فلک نما، حیدرآباد کے طلبہ کو مدعو کیا گیا تھا۔

پروفیسر پرویز ہود بھائی، مانو ماڈل اسکول، حیدرآباد کی طالبات سے گفتگو کرتے ہوئے۔ پرنسپل اسکول ڈاکٹر کفیل احمد اور دیگر

امبیڈکر دنیا کی ایک عظیم انسان دوست ہستی

مرکز برائے مطالعہ سماجی اخراج وشمولیت پالیسی کے زیر اہتمام ''ڈاکٹر بی آر امبیڈکر اور مسلمان'' کے موضوع پر 14 مئی 2015 کو ایک سمپوزیم کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر پروفیسر پردیپ ناگوراؤ اگلیوٗ ڈائرکٹر شعبۂ امبیڈکر تھاٹ، ناگپور یونیورسٹی نے کہا کہ ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کی خواہش تھی کہ دلت اور مسلمان متحد ہوکر ملک کے سماجی اور معاشرتی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ جب دوسری گول میز کانفرنس میں دلتوں کو تحفظات فراہم کرنے کے لیے امبیڈکر کی پیش کردہ تجویز کی مخالفت کی گئی تھی تو دباؤ کے باوجود آغا خان نے امبیڈکر کا ساتھ دیا تھا۔ یہ سمپوزیم ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کی 125 ویں یوم پیدائش تقاریب کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا تھا۔ پروفیسر پردیپ ناگوراؤ نے کہا کہ 1997 میں وہ پاکستان میں امبیڈکر کی یوم پیدائش پر منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے تھے اور انہوں نے اپنے میزبان جناب طاہر خان سے استفسار کیا کہ وہ پاکستان میں امبیڈکر پر بین الاقوامی کانفرنس کیوں منعقد کر رہے ہیں۔ میزبان نے کہا کہ ڈاکٹر امبیڈکر دنیا کی ایک عظیم انسان دوست ہستی تھے۔

جناب سبا راوٗ، آئی اے ایس (ریٹائرڈ)، سکریٹری، ایس سی / ایس ٹی کمیشن، آندھرا پردیش و تلنگانہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ بابا صاحب امبیڈکر مسلمانوں کے تعاون سے ہی قانون ساز اسمبلی میں رکن منتخب ہوئے تھے۔ انہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن ان کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ تھیں۔ جناب جے بی راجو، دلت سینا نے کہا کہ راجہ رام موہن رائے کو بابائے سماجی اصلاحات قرار دیا جاتا ہے لیکن اصل میں سماجی اصلاحات کے علمبردار ڈاکٹر بی آر امبیڈکر تھے۔ جناب جی راملوٗ سی پی آئی (ایم) نے کہا کہ آج بھی ملک میں چھوا چھوت جاری ہے۔ اس کے خاتمے کے لیے دلتوں اور مسلمانوں میں اتحاد کی ضرورت ہے۔

پروفیسر کانچا ایلیہ' ڈائرکٹر مرکز برائے مطالعہ سماجی اخراج وشمولیت پالیسی نے کہا کہ ایسی غلط فہمیاں موجود ہیں کہ امبیڈکر مسلمانوں کے مخالف تھے' ایسا نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں سے پوری ہمدردی رکھتے تھے۔ پروفیسر خواجہ محمد شاہد، انچارج وائس چانسلر نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ بلا شبہ امبیڈکر ہندوستان کے بہت ہی بڑے قائد رہے۔ اُن کی بے پناہ عوامی مقبولیت کی مثال یہ ہے کہ اُن کی تصاویر اور مجسمے لوگ اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ سیاسی قائدین اور مذہبی پیشواؤں کی جدوجہد سے ہر نظامِ مملکت میں تبدیلی لائی جاتی رہی ہے۔ عوام پر ظلم کرنے والا گروہ ایک ہوتا ہے مگر اُس کے نشانے پر مختلف طبقات اور گروپس ہوتے ہیں۔ اگر اقلیتیں یعنی مسلمان، سکھ، عیسائی اور دلت ایک ہو جائیں تو عوام پر ہو رہے مظالم کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ اس لیے سب کو ایک ہوکر مظالم کے خلاف آواز بلند کرنی ہوگی۔ تبھی ہم کو انصاف مل پائے گا۔ عوام کو ڈاکٹر امبیڈکر اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے قائدین کی رہنمائی کے طریقوں اور اُن کی قربانیوں کو نہیں بھولنا چاہیے۔

شیخ الجامعہ کا علمی منصوبہ

وائس چانسلر ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے ایک تعلیمی اجلاس میں کہا ہے کہ نصابی مواد اور مختلف علوم کی اردو میں بڑے پیمانے پر کتابوں کی اشاعت اس یونیورسٹی کی اولین ترجیح ہوگی۔ یہ اجلاس جنوری 2016 میں منعقد ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اعلیٰ سطحی دانش گاہوں کی شناخت ان کے اساتذہ اور مطبوعات سے قائم ہوتی ہے۔ دنیا کی عظیم یونیورسٹیاں آج اپنی تحقیقی و تصنیفی مطبوعات سے پہچانی جاتی ہیں۔ انہوں نے اردو میں نصابی اور علمی کتب کی تیاری کے اس عظیم علمی منصوبے کو اپنا ''ڈریم پروجیکٹ'' اور مشن قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس منفرد جامعہ کو ''اردو چہرہ'' عطا کرنا اُن کے عزائم کی ترجیحات میں سرفہرست ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اردو میں نصابی وعلمی کتابوں کا ذخیرہ فراہم کر دینا یونیورسٹی اور اردو ذریعہ تعلیم کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

اُردو یونیورسٹی نے اب تک فاصلاتی طریقہ تعلیم کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے نصابی مواد شائع کیا ہے جن پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ شیخ الجامعہ نے اس پروجیکٹ کی ذمہ داری پروفیسر محمد ظفر الدین کو تفویض کیے جانے کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر اسلم پرویز نے کہا کہ اردو میں نصابی وعلمی کتب کے حوالے سے تعلیمی اداروں کی شاندار تاریخ موجود ہے۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ' ورناکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی دلّی' سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ اور دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کی خدمات کو مثال بناتے ہوئے اردو یونیورسٹی بھی اُس تابندہ روایت کا حصہ بننا چاہتی ہے اور سائنس وتکنالوجی کے اس جدید دور میں ایک نئی تاریخ رقم کرنا چاہتی ہے۔ شیخ الجامعہ نے کہا کہ مختلف مضامین سے متعلق عالمی شہرت یافتہ اور مسلمہ کتابوں کی اشاعت بھی پروجیکٹ کے مقاصد میں شامل ہوگی۔ وائس چانسلر نے یونیورسٹی برادری بطور خاص اساتذہ سے تعاون کی اپیل کی۔ انہوں نے حیدرآباد اور ملک کے دیگر علاقوں میں موجود اردو داں ماہرین علوم سے بھی تعاون کی اپیل کی ہے اور توقع ظاہر کی ہے کہ سب کے تعاون سے یہ ڈریم پروجیکٹ یقیناً شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

ڈاکٹر شکیل احمد یونیورسٹی کے نئے رجسٹرار

ڈاکٹر شکیل احمد (بائیں) کا خیر مقدم کرتے ہوئے پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ

جوائنٹ سکریٹری، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو جی سی) ڈاکٹر شکیل احمد نے یکم رفروری 2016 کو یونیورسٹی کے رجسٹرار کی حیثیت سے پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ سے جائزہ حاصل کیا ہے۔ اُن کا تعلیمی انتظامیہ میں وسیع تجربہ رہا ہے۔ وہ یو جی سی ہی میں ڈپٹی سکریٹری اور جامعہ ہمدرد نیز یونیورسٹی آف دہلی میں ڈپٹی رجسٹرار رہ چکے ہیں۔ انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے 1985ء میں بی کام اور 1992ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم کام کیا۔ انہوں نے 1998ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر شکیل احمد کی کتاب ’’ہیومن ریسورس ڈیولپمنٹ ان یونیورسٹیز‘‘ (Human Resource Development in Universities) 1999ء میں شائع ہوئی۔ اُن کے تحقیقی مقالات کینیڈا، کویت، نیدرلینڈ اور امریکہ کے رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے 31 تحقیقی مقالات مؤقر قومی رسائل و جرائد میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ انہوں نے متعدد قومی / بین الاقوامی کانفرنس‘ سمینارس اور ورکشاپس میں شرکت کی۔ وہ ملک کے مختلف جامعات و کالجس کی تعلیمی اور انتظامی کمیٹیوں اور بورڈس کے رکن بھی رہ چکے ہیں جن میں سنٹرل یونیورسٹیز آف کیرالا، جھارکھنڈ، بہار، پنجاب، ایچ این بی گڑھوال یونیورسٹی، اترا کھنڈ، ڈاکٹر ہری سنگھ گوڑ وشواودیالیہ، ساگر، مدھیہ پردیش، وگیان فاؤنڈیشن، گنٹور، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی، میڈیکل سائنسز یونیورسٹی، ناگپور، یونیورسٹی کالج آف انجینئرنگ، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر شکیل احمد، یونیورسٹی آف دہلی کی کئی کمیٹیوں میں بھی شامل رہے۔ اس کے علاوہ وہ سنٹرل یونیورسٹی آف ہماچل پردیش، عثمانیہ یونیورسٹی؛ ایفلو (EFLU)، حیدرآباد؛ ڈاکٹر بی آر امبیڈکر یونیورسٹی، آگرہ؛ آئی سی ایس ایس آر کی متعدد اعلیٰ کمیٹیوں کے رکن رہے۔ انہوں نے امریکہ، برطانیہ اور سعودی عرب کے دورے بھی کیے۔

فاصلاتی کورسز کو یو جی سی کی منظوری

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو جی سی) نے اپنے ایک بڑے فیصلے میں نظامت فاصلاتی تعلیم کے چھ کورسز کو دوبارہ شروع کرنے کی منظوری دی ہے۔ اس طرح اردو ذریعہ سے تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند ہزاروں طلبہ فاصلاتی طرز پر ان کورسز سے استفادہ کر سکیں گے۔ ان کورسز میں بی اے، بی ایس سی (طبیعیات، کیمیاء اور ریاضی)، بی ایس سی (کیمیا، نباتیات، حیوانیات) اور ایم اے تاریخ اور اسلامیات شامل ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز، وائس چانسلر کی مسلسل کاوشوں کے نتیجہ میں یو جی سی نے ان کورسز کو دوبارہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ نیشنل کونسل فار ٹیچر ایجوکیشن (این سی ٹی ای) کی جانب سے منظور شدہ بی ایڈ کورس کو یو جی سی نے منظوری دے دی ہے۔ اردو یونیورسٹی کو یو جی سی سے موصولہ مکتوب میں کہا گیا ہے کہ یہ کورسز ان کے علاوہ ہیں جو فاصلاتی طرز پر یونیورسٹی میں پہلے سے جاری ہیں۔

ضیاءالدین ملک یونیورسٹی کے نئے او ایس ڈی

جناب ضیاءالدین ملک، یونیورسٹی کے نئے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی (او ایس ڈی) مقرر کیے گئے ہیں۔ انہوں نے جنوری میں اپنے عہدہ کا جائزہ حاصل کر لیا۔ وہ کیمپس ڈیولپمنٹ، انجینئرنگ اور باغبانی کے انچارج بھی ہیں۔ انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اپنی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہ بی ایس سی، انجینئرنگ (سیول) ہیں۔ انہیں ہندوستان اور سعودی عرب میں بلڈنگ، انڈسٹریل اور یونیورسٹی کے تعمیراتی پراجیکٹس پر کام کرنے کا 30 سالہ وسیع تجربہ ہے۔

ڈاکٹر ابوالکلام اردو یونیورسٹی ٹیچرس ایسوسی ایشن کے صدر

(دائیں سے) ڈاکٹر دستگیر باشا شبنور، ڈاکٹر اشونی، ڈاکٹر محبوب باشا، ڈاکٹر ابوالکلام، ڈاکٹر شاہدہ، جناب کے ایم ضیاء الدین

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ٹیچرس اسوسیئشن (MANUUTA) کے انتخابات 2/ستمبر 2015 کو عمل میں آئے۔ صدر نشین الیکشن کمیٹی پروفیسر مشتاق احمد آئی پٹیل، پروفیسر نظامت فاصلاتی تعلیم کے مطابق ان انتخابات میں ڈاکٹر ابوالکلام، صدر شعبۂ اردو، صدر، ڈاکٹر شاہدہ، صدر شعبۂ تعلیم نسواں، نائب صدر، جناب شیخ محبوب باشا، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تاریخ، جنرل سکریٹری، ڈاکٹر اشونی، اسسٹنٹ پروفیسر نظامت فاصلاتی تعلیم، خازن، جناب کے ایم ضیاء الدین، اسسٹنٹ پروفیسر، البیرونی مرکز برائے مطالعاتِ سماجی علیحدگی و شمولیاتی پالیسی، جوائنٹ سکریٹری (پبلسٹی) اور ڈاکٹر دستگیر باشا شبنور، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ سیاسیات، جوائنٹ سکریٹری (آرگنائزنگ) منتخب ہوئے ہیں۔ پروفیسر محمد عبدالعظیم، ڈین اسکول آف مینجمنٹ اینڈ کامرس اور جناب محمد جمال الدین خان، ڈپٹی رجسٹرار نے نگران کار کے فرائض انجام دیئے۔

اکمل علی خان طلبہ یونین کے نئے صدر

طلبہ یونین کے انتخابات 28 اکتوبر 2015 کو عمل میں آئے۔ چیف ریٹرننگ آفیسر پروفیسر پی فضل الرحمٰن نے نتائج کا اعلان کیا اکمل علی خان متعلم ایم بی اے، صدر منتخب ہوئے۔ ان کے علاوہ اسجد سلطان (ایم اے انگریزی)، نائب صدر؛ محمد ظفر خان (بی ٹیک)، معتمد؛ محمد اظفر (ایم ایس ڈبلیو)، شریک معتمد اور شارقہ اشرف (ایم فل، مطالعاتِ سماجی علیحدگی و شمولیت پالیسی) خازن منتخب ہوئے۔ اراکین عاملہ میں محمد صبیح احمد، پالی ٹیکنیک؛ قرۃ الحق، ایم سی جے؛ محمد آصف، کامرس اینڈ بزنس مینجمنٹ؛ منصور عالم، ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ؛ اسلم غفار، آرٹس این سوشل سائنسز، محمد آزاد، سی ایس اینڈ آئی ٹی؛ محمد فرقان، سائنسز؛ تنویر حسن، پالی ٹیکنیک دربھنگہ؛ محمد توقیر عالم، سی ٹی ای دربھنگہ؛ سینم پروین، سی ٹی ای آسنسول؛ محمد معراج، سی ٹی ای نوح؛ محمد غالب خان، سی ٹی ای اورنگ آباد؛ توقیر عالم، سی ٹی ای و کالج آف آرٹس، سائنس اینڈ کامرس فارویمن سری نگر؛ قمر عباس، سی ٹی ای بھوپال؛ فضل الرحمٰن، سی ٹی ای سنبھل؛ راشد حسن، سی ٹی ای بیدر؛ جمیل احمد، پالی ٹیکنیک بنگلورو شامل ہیں۔

(دائیں سے بائیں) محمد اظفر، شارقہ اشرف، اکمل خان، شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز، اسجد سلطان، محمد ظفر خان

عدل وانصاف، احسان ورواداری، اسلام کا طرۂ امتیاز: شیخ النینوی

اردو یونیورسٹی اور دی قرآن فاؤنڈیشن کے اشتراک سے 7/دسمبر 2015 کو یونیورسٹی کیمپس میں ایک خصوصی لکچر ''اسلام اور رواداری'' کا اہتمام کیا گیا۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ اسلامی اسکالر شیخ محمد بن یحییٰ النینوی نے اپنے کلیدی خطبہ میں کہا کہ اسلام عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ہی جامع انداز میں قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے، یعنی عدل اور احسان۔ عدل کہتے ہیں مناسب بدلہ دینے کو، جبکہ احسان کلمہ ماخوذ ہے حسن سے، جس کا معنی اچھے کے ہوتے ہیں۔ احسان کا مطلب یہ نہیں کہ اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دیا جائے، بلکہ احسان کے معنی یہ ہیں کہ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیا جائے۔ حضور پاک ﷺ کی سیرت میں بھی ایسے بہت سے واقعات ہیں جہاں آپؐ نے برے سلوک کا بدلہ دعائے خیر سے دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت محمد ﷺ نے تمام لوگوں کے لیے عام معافی کا اعلان کردیا۔

وائس چانسلر ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ قرآن کو سمجھ کر اور ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ آج جو دین رواداری کا علمبردار ہے اسی کے پیروؤں کو رواداری اپنانے کی ضرورت ہے تا کہ وہ اس پیغام کو اپنے کردار سے تمام انسانیت تک پہنچا سکیں۔

پروفیسر سید محمد حسیب الدین قادری نے خطبہ استقبالیہ دیا۔ ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی صدر دی قرآن فاؤنڈیشن نے کلمات تشکر ادا کیے۔ نظامت کے فرائض محمد عبدالعلیم نے انجام دیئے۔ اس اجلاس میں اساتذہ، طلبہ اور غیر تدریسی عملہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

عدم آگہی کے باعث اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی نمائندگی خاطر خواہ نہیں: عابد رسول خان

وزارت فروغ انسانی وسائل کی جانب سے یونیورسٹی میں 24/ اگست 2015 کو ''اعلیٰ تعلیم میں صنفی اور سماجی امتیاز کا تدارک'' کے موضوع پر ایک ورکشاپ منعقد کیا گیا۔ ورکشاپ کا افتتاح ریاستی اقلیتی کمیشن تلنگانہ کے صدرنشین جناب عابد رسول خان نے کیا۔ مہمانِ خصوصی کے طور پر افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت کی جانب سے دی جانے والی رعایتوں، اسکالرشپس وغیرہ سے مسلمان غافل ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کو مسابقتی امتحانات بطور خاص سیول سرویسز کے امتحانات کے متعلق آگہی ہی نہیں ہے، جس کے باعث اعلیٰ تعلیم میں ان کی نمائندگی خاطر خواہ نہیں ہے۔ جبکہ دیگر مذاہب کے افراد کا اعلیٰ تعلیم میں تناسب کافی بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب عابد رسول خان، پروفیسر آمنہ کشور، پروفیسر جندھیالہ تلک، پروفیسر محمد شاہد، ڈاکٹر آمنہ تحسین اور دیگر

انہوں نے کہا کہ اچھے اسکولوں میں تعلیم کے اخراجات کافی زیادہ ہیں۔ جبکہ سرکاری اسکولوں میں تعلیم مفت دی جاتی ہے، وہاں کے اساتذہ کافی بڑی تنخواہیں حاصل کرتے ہیں لیکن وہاں کی تعلیم کا معیار انتہائی خراب ہے۔ اس طرف خود اساتذہ کو غور کرنا چاہیے کہ آیا وہ اپنے پیشے سے انصاف کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم کی طرف عدم توجہی کا باعث بڑی حد تک امتیازی سلوک بھی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ عثمانیہ یونیورسٹی میں تمام مخلوعہ جائیدادوں پر تقررات ہوئے لیکن اردو کی ایک بھی جائیداد پر نہیں کی گئی ہے۔ اردو میڈیم اسکولوں میں اساتذہ کی خالی جائیدادوں کو بھی اقلیتی کمیشن کی نمائندگی پر پُر کیا گیا۔ اس کے باوجود اردو میڈیم اسکولوں میں 72 فیصد جائیدادیں مخلوعہ ہیں۔ بنیادی سہولتوں کی عدم فراہمی کے باعث اقلیتوں کا 60 فیصد بجٹ واپس ہوگیا۔ اس کے لیے بہتر پالیسی کی ضرورت ہے جس کے لیے صحافت کا ساتھ ضروری ہے۔

پروفیسر جندھیالا تلک، وائس چانسلر انچارج، نیشنل یونیورسٹی آف ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ ایڈمنسٹریشن (NUEPA)، نئی دہلی نے پاور پوائنٹ پریزنٹیشن کے ذریعہ ''ہندوستان کی اعلیٰ تعلیم میں عدم مساوات'' کے عنوان سے کلیدی خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ تعلیم کی فراہمی کے ذریعہ عدم مساوات کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے بطور خاص اعلیٰ تعلیم میں مجموعی داخلہ تناسب کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے بتایا کہ 10-2009 میں یہ مسلمانوں میں صرف 13.8 فیصد تھا جبکہ ہندوؤں میں اس کا تناسب 24.2 اور عیسائیوں میں 36.9 فیصد رہا۔ حالانکہ اس میں 94-1993 کے مقابلے میں 3 گنا بہتری آئی ہے۔ انہوں نے کچھ تجاویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ تعلیم تک رسائی کے ساتھ معیاری اعلیٰ تعلیم تک رسائی، بطور خاص تحتانوی سطح کی تعلیم پر توجہ سے تعلیمی نظام میں بہتری آسکتی ہے۔

پروفیسر آمنہ کشور، پروفیسر مولانا آزاد چیئر، مانو نے صدارتی خطاب میں کہا کہ ایسے پروگرامس میں طلبہ اور اولیائے طلبہ کو بھی شریک کرنا چاہئے اور ان سے بھی رائے لینا چاہئے کہ انہیں کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے علم کے ساتھ مہارت کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ مہارت کے بغیر علم ناکافی ہے۔ اسی طرح علم کے بغیر مہارت بھی خاص فائدہ نہیں دیتی۔ دونوں کی ایک ساتھ فراہمی از حد ضروری ہے۔

◆◆◆◆

یو جی سی نیٹ میں شعبۂ اردو کے طلبہ کا شاندار مظاہرہ

شعبۂ اردو کے ہونہار طلبا و طالبات مختلف محاذوں پر اپنی ہمہ جہت صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔ گذشتہ سال میں شعبۂ اردو کے طالب علموں نے یو جی سی کے قومی اہلیتی امتحان (NET) میں شاندار کامیابی حاصل کر کے اس محاذ پر بھی ایک نئی مثال قائم کی ہے۔ جملہ بارہ (12) طالب علموں نے اپنی بہترین کارکردگی سے شعبے کا اکادمک وقار بلند کیا ہے۔ نیٹ کے گزشتہ سال کے نتیجے کے مطابق شعبۂ اردو، مانو کے تین (3) طالب علموں نے جے آر ایف (JRF) اور چھ (6) طالب علموں نے نیٹ (NET) میں کامیابی حاصل کی ہے۔ علاوہ ازیں تین طالب علموں نے مولانا آزاد نیشنل فیلوشپ (Maulana Azad National Fellowship) بھی حاصل کی ہے۔ شعبۂ اردو، مانو نے اپنی ہمہ جہت کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے اور اندرون جامعہ شعبہ جاتی مسابقتی ماحول پیدا کرنے کے لیے مختلف محاذوں اور پیرامیٹر کی نشاندہی کی ہے، جن پر یہ شعبہ یکے بعد دیگرے عمل پیرا ہے۔

”بچوں پر زیادتی‘ گھریلو تشدد اور جنسی ہراسانی“ کے موضوع پر توسیعی خطبے

یونیورسٹی میں ”بچوں پر زیادتی‘ گھریلو تشدد اور جنسی ہراسانی“ کے موضوع پر 4/ستمبر 2015 کو ایک توسیعی خطبے کا اہتمام کیا گیا مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ ہر سطح پر بچیوں کے تحفظ کے لیے عوام میں بیداری پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ دن بدن حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔

مائی چوائس (My Choice) نامی غیر سرکاری ادارے سے وابستہ جنسی مساوات اور انسانی حقوق کی ماہرین ڈاکٹر فرزانہ‘ پروگرام منیجر اور پرل چوراگڈی‘ سینئر کاؤنسلر نے بتایا کہ بہت سارے معاملات میں جہاں گھر کو تحفظ کی ایک مضبوط چاردیواری ہونی چاہیے وہ درندگی کے مسکن بنتے جارہے ہیں اور جہاں بچیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔

اس لکچر کا اہتمام شعبۂ سوشل ورک نے کیا تھا۔

ڈاکٹر فرزانہ نے گھریلو تشدد ایکٹ 2005ء اور بچوں کی جنسی ہراسانی سے تحفظ ایکٹ 2012 کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ جہاں کہیں بھی ضرورت پڑے‘ بے جھجک اس کا استعمال کرنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ بہت سے معاملات میں بدقسمتی سے جنسی ہراسانی میں ملوث افراد جانے پہچانے اور کبھی کبھی رشتہ دار بھی ہوا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر فرزانہ لکچر دیتے ہوئے۔ پروفیسر محمد شاہد، ڈاکٹر شاہد رضا اور دیگر دیکھے جاسکتے ہیں

ماہرین نے بتایا کہ ہندوستان میں ہر بیس منٹ پر عصمت ریزی کا ایک واقعہ پیش آتا ہے اور ہر پانچ میں سے ایک کا تعلق بچی سے ہوتا ہے۔ ماہرین نے کہا کہ بچیوں کے لیے حالات بہتر نہ بن پانے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا سماجی ڈھانچہ پدرانہ (patriarchal) بالادستی کے نظام پر مبنی ہے اور اس کے اثرات بہت گہرے ہیں۔

بچیوں کی جنسی ہراسانی سے وابستہ معاملات قدیم زمانے سے چلے آرہے ہیں اور بہت سے اراکین خاندان اسے معمول کی بات سمجھتے ہیں۔ محترمہ چوراگڈی نے کہا کہ جنسی ہراسانی اور تشدد کے واقعات سے بچیوں کی نفسیات پر زندگی بھر کے لیے بڑے گہرے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں جس سے ان کی سماجی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

صدر شعبہ سوشل ورک پروفیسر محمد شاہد نے مردوں کی بالادستی والے نظام کے تناظر میں کہا کہ خواتین اور بچیوں کے تئیں ہراسانی کے یہی اسباب ہیں۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ہمیں انسانی سماجی نظام میں موجود ہراسانی سے وابستہ قوتوں پر ازسرنو تنقیدی نگاہ ڈالنی ہوگی۔ اس سلسلے میں انھوں نے خود احتسابی پر زور دیا۔ انھوں نے انسانی سلوک اور رویے کو منضبط کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہمیں ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہیے۔ پروگرام انچارج محمد اسرار عالم نے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ایسے مسائل پر زیادہ سے زیادہ غور کرنا ہوگا اور بیداری لانی ہوگی۔

یونیورسٹی اور کالجوں کے نوجوان ایڈس کیلئے بڑے خطرے والا گروپ

یونیورسٹی کے شعبۂ سوشیل ورک میں ”ایچ آئی وی/ ایڈس اور سوشل ورک“ کے موضوع پر ماہ ستمبر میں منعقدہ پروگرام میں ڈاکٹر ٹی کیلاش دتیا، جوائنٹ ڈائرکٹر، آندھرا پردیش اسٹیٹ ایڈس کنٹرول سوسائٹی (اے پی ایس اے سی ایس)، حیدرآباد نے یونیورسٹی اور کالجوں کے نوجوانوں کو ”بڑے خطرے“ والا گروپ قرار دیا ہے، جو ایڈس جیسی جان لیوا بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ ان میں بیداری پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

ایچ آئی وی/ ایڈس کو ایک بیماری سے بھی بڑھ کر مختلف سماجی طبقوں میں ایک برائی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بڑے پیمانے پر سماجی بیداری لانی ہوگی۔ کیونکہ بچاؤ ہی واحد راستہ ہے۔ اس پروگرام کا مقصد ایچ آئی وی/ ایڈس کی پھیلتی وبا کے تئیں نوجوان ذہنوں کو حساس بنانا تھا۔

ڈاکٹر دتیا نے ایچ آئی وی/ ایڈس کے مریضوں کے علاج کے طریقۂ کار کے بارے میں بھی تفصیلات سے آگاہ کیا اور اس مرض پر قابو پانے اور جسمانی دفاعی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے اینٹی ریٹرو وائرل تھیراپی کے استعمال کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔

انہوں نے ایچ آئی وی/ ایڈس کے تدارک کے لیے مختلف سطحوں پر سوشل ورک کے طلبہ کے رول کی اہمیت کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ سوشل ورکرس پیشہ ورانہ طور پر تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور انہیں نظریاتی اور عملی طور پر مہارت حاصل ہوتی ہے۔ وہ رابطہ کاری، وسائل کے استعمال اور پروگرام کے انتظام میں ماہر اور نازک حالات سے گزرنے والے افراد کے مختلف رویوں سے واقف ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیات ان کے لیے ملازمتوں کے حصول میں معاون ومددگار رہوتی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شاہد رضا، اسوسی ایٹ پروفیسر نے اپنے صدارتی خطاب میں پیشہ ورانہ سوشل ورک کے نظریاتی اور عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے چھوٹی، درمیانی اور بڑی سطحوں پر بچاؤ اور علاج ومعالجے کے لیے سوشل ورک کے تعاون کی اہمیت پر زور دیا اور مختلف مسائل پر طلبہ کو فیلڈ ورک جیسے عملی پہلوؤں پر توجہ دلائی۔

اسسٹنٹ پروفیسر جناب محمد اسرار عالم، انچارج پروگرام نے موضوع کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان ایچ آئی وی/ ایڈس سے متاثرہ افراد کا تیسرا بڑا ملک بن چکا ہے۔ اس لیے اس مرض کے تدارک کے لیے سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کے ترکی کے ساتھ تاریخی، سماجی وثقافتی تعلقات: مراد عمر اوغلو

جناب مراد عمر اُوغلو قونصل جنرل ترکی متعینہ حیدرآباد نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں شعبہ مطالعات ترجمہ کے زیر اہتمام ''ہندوستان و ترکی کے باہمی تعلقات اور اردو پر ترکی زبان کے اثرات'' کے عنوان پر 10/ستمبر 2015 کو ایک توسیعی لکچر دیا۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستان اور ترکی کے درمیان قدیم تاریخی وثقافتی تعلقات ہیں۔ اردو زبان اور ترکی کا رشتہ بھی اٹوٹ ہے بلکہ اس کا نام 'اردو' بھی ترکی زبان کا لفظ ہے۔ ترکی زبان کے اثرات تاجکستان' کرغزستان' ترکمانستان جیسے وسط ایشیائی ممالک کی زبانوں پر بھی ہے اسی طرح اردو میں بھی ترکی کے کئی الفاظ ملتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ کئی ایسے الفاظ ہیں جو ترکی اور اردو دونوں زبانوں میں یکساں طور پر بولے جاتے ہیں۔ عدالت' جواب' معصوم' نفرت' اناس وغیرہ دونوں زبانوں میں مشترکہ الفاظ کی چند مثالیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ دونوں زبانوں کی قواعد میں کچھ اختلاف بھی ہے اور بہت سی مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ یکسانیت ان میں قربت کا پتہ دیتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستان کے ساتھ ترکی کے تاریخی' سماجی وثقافتی تعلقات کی بناء پر ہی حیدرآباد میں قونصلیٹ کھولا گیا ہے۔ حیدرآباد سے ترکی کی قربت بھی تاریخی ہے۔ حیدرآباد دکن کے حکمران آخری نظام میر عثمان علی خاں نے اپنے دو صاحبزادوں کی شادی ترکی کے شاہی خاندان میں کی تو یہ تعلقات مزید گہرے اور مستحکم ہوگئے۔ اس موقع پر اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ترجمہ ڈاکٹر جنید ذاکر کی کتاب ''اصطلاحی مطالعے'' کی رسم اجراء جناب عمر اُوغلو کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ انہوں نے کتاب کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ''سماجی علوم کے مختلف مضامین پر جو اصطلاحیں دی گئی ہیں وہ قابلِ مطالعہ ہیں اور ان مضامین وعلوم سے متعلق طلباء کے لیے بھی یہ ایک مفید کتاب ہے انہوں نے مصنف کو کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دی۔ ڈاکٹر جنید ذاکر نے کتاب کا مقصد تصنیف بتاتے ہوئے کہا کہ جامعہ عثمانیہ کے دارالترجمہ کا خاتمہ قومی المیہ ہے جس سے اردو مادری زبان رکھنے والوں کی فکری و تحقیقی صلاحیتیں ماند پڑ گئی ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس ادارہ نے اصطلاحات کے میدان میں جو غیر معمولی کام کیا تھا وہ محفوظ ہوجائے۔ چنانچہ انھوں نے بشری وسماجی علوم کی بے شمار اصطلاحات کو یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا جو کتابی شکل میں ''اصطلاحی مطالعے'' کے نام سے سامنے ہے۔

ڈاکٹر مسرت جہاں اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو نے کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اردو یونیورسٹی میں طلبہ کو اردو میں مواد دستیاب نہیں ہے ایسے میں جنید ذاکر صاحب کی کتاب نصابی کمی کو پورا کرتی نظر آتی ہے۔ یہ ڈاکٹر جمیل جالبی کے ادھورے مشن کی تکمیل ہے اور امید ہے کہ یہ کتاب قبولیت عام حاصل کرے گی اور اسے ایک حوالہ جاتی کتاب کی حیثیت حاصل ہوجائے گی۔ ڈاکٹر خالد مبشر الظفر صدر شعبہ ترجمہ نے کہا کہ ڈاکٹر جنید ذاکر ایک باریک بین محقق' فعال اور حرکیاتی شخصیت ہیں' تہذیب وثقافت سے انہیں بے حد لگاؤ ہے۔ انھوں نے سماجی علوم کی مستند اصطلاحات کا بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اس سے نہ صرف طلبہ کو بلکہ مترجمین کو بھی بے حد مدد ملے گی۔ انھوں نے کہا کہ 'اصطلاحی مطالعے' سے اہم تدریسی مواد ملتا ہے اور یہ تدریسی کتب میں گراں قدر اضافہ ہے۔ ڈاکٹر خالد مبشر الظفر نے اردو یونیورسٹی میں اصطلاحات پر کام کے لئے علیحدہ شعبہ کے قیام کی ضرورت ظاہر کی۔ ڈاکٹر بیگ احساس نے کہا کہ کتاب میں اردو زبان اور ترجمہ کے بارے میں بیک نظر سیر حاصل معلومات اکٹھی مل جاتی ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے محقق کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ تمام کے تمام ڈاکٹر جنید ذاکر میں نظر آتے ہیں وہ راست باز ہیں' انھوں نے موضوع سے انصاف کیا۔ ڈاکٹر بیگ احساس نے طلبہ کو اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی مہارت پیدا کرنے پر زور دیا۔ پروفیسر ظفر الدین، ڈائرکٹر مرکز برائے اردو زبان' ادب وثقافت نے کہا کہ آج کے دور میں ہندوستان کے تناظر میں 'اصطلاحی مطالعے' ایک نادر تحقیقی کام ہے۔ انہوں نے اردو زبان میں نصابی کتب کی کمی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے تجویز پیش کی کہ ہر شعبہ کے اساتذہ دو تین ماہ میں تحقیقی مضمون لکھیں تو سال بھر میں اتنے مضامین جمع ہوجائیں گے کہ انہیں کتابی شکل میں ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اردو میں نصابی کتابوں کی کمی کا گلہ ختم ہوسکتا ہے۔ انھوں نے بھی طلبہ کو ذولسانی مہارت اور بالخصوص انگریزی زبان میں عبور حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔

(دائیں سے) ڈاکٹر خالد مبشر الظفر ، پروفیسر محمد ظفر الدین، ڈاکٹر محمد جنید ذاکر، جناب مراد اوغلو، پروفیسر بیگ احساس اور ڈاکٹر مسرت جہاں

تحقیقاتی جریدہ ’’ادب وثقافت‘‘ کی نجمہ ہبت اللہ کے ہاتھوں رسم اجرا

مرکز برائے اُردو زبان‘ ادب و ثقافت سے مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کے اولین اُردو تحقیقاتی ریفریڈ جریدے ’’ادب وثقافت‘‘ کی رسم اجراء ڈاکٹر نجمہ ہبت اللہ‘ مرکزی وزیر برائے اقلیتی بہبود کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ اُردو یونیورسٹی میں 20 ستمبر کو منعقدہ کانفرنس ’’تعلیم کی طاقت‘‘ کے دوران جریدہ کا رسم اجراء انجام دیتے ہوئے ڈاکٹر نجمہ ہبت اللہ نے اُردو مرکز سے ایک معیاری تحقیقاتی ریفریڈ جریدے کی اشاعت پر مسرت کا اظہار کیا۔ جناب ظفر سریش والا‘ چانسلر مانو نے تقریب کی صدارت کی۔ اس موقع پر جناب محمد محمود علی‘ نائب وزیر اعلیٰ تلنگانہ‘ جسٹس ایم وائی اقبال‘ جج سپریم کورٹ‘ محترمہ کے کویتا‘ رکن پارلیمان‘ نظام آباد (تلنگانہ)‘ جناب کشور کرت‘ ایم ڈی آئی ڈی بی آئی بینک‘ پروفیسر خواجہ محمد شاہد‘ انچارج وائس چانسلر مانو‘ مولانا شمس الدین محمد امام‘ مکہ مسجد چینائی اور پروفیسر محمد ظفر الدین‘ ڈائرکٹر اُردو مرکز و مدیر ’’ادب وثقافت‘‘ بھی موجود تھے۔ اُردو مرکز کا یہ تحقیقاتی جریدہ سال میں دو مرتبہ شائع ہوگا جس کا ISSN نمبر 2455-0248 ہے۔ ادب و ثقافت کے پہلے شمارے کے قلم کاروں میں پروفیسر شارب ردولوی‘ پروفیسر عبدالستار دلوی‘ پروفیسر عتیق اللہ‘ پروفیسر م۔ ن۔ سعید‘ پروفیسر فیروز احمد‘ پروفیسر رحمت یوسف زئی‘ پروفیسر عقیل ہاشمی‘ پروفیسر مجید بیدار‘ پروفیسر علی احمد فاطمی‘ پروفیسر وہاج الدین علوی‘ پروفیسر ابن کنول‘ پروفیسر شہپر رسول‘ پروفیسر قمر الہدیٰ فریدی‘ پروفیسر محمد نسیم الدین فریس‘ ڈاکٹر حبیب نثار شامل ہیں۔ اس جریدے میں کئی اہم موضوعات پر مقالے شامل ہیں جیسے ہندوستانی تہذیبی روایت اور اُردو شاعری‘ ہندوستانی موسیقی کے فروغ میں امیر خسرو کا حصہ‘ سرتیج بہادر سپرو‘ اُردو اور قومی زبان کا مسئلہ وغیرہ۔ ڈاکٹر ارشاد احمد‘ اسسٹنٹ پروفیسر اُردو مرکز‘ جریدے کے نائب مدیر ہیں۔

جناب محمد محمود علی، ڈاکٹر نجمہ ہیت اللہ، جناب ظفر سریش والا، پروفیسر محمد ظفر الدین اور دیگر

بہتر استاد کا بہترین انسان ہونا ضروری

پروفیسر سنتوش پانڈا کا اردو یونیورسٹی میں یوم اساتذہ لکچر

پروفیسر سنتوش پانڈا، صدر نشین، نیشنل کونسل فار ٹیچر ایجوکیشن، نئی دہلی نے 10 ستمبر 2015 کو یوم اساتذہ لکچر دیتے ہوئے کہا کہ ایک استاد کا ایک بہترین انسان ہونا ضروری ہے۔ لکچر کا عنوان ’’اعلیٰ تعلیم: اساتذہ، پیشہ ورانہ اخلاقیات اور معیار‘‘ تھا۔ پروفیسر پانڈا نے تدریس کو مکمل پیشہ قرار دینے سے انکار کرتے ہوئے اسے سیمی پروفیشن قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اساتذہ کے پاس پیشہ ورانہ معلومات اور صلاحیت ہونا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایک اچھا استاد اپنا محاسبہ کرنے والا جہد کار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک استاد کو مسائل کا حل کرنے والا، محقق اور تبدیلی کا محرک ہونا چاہیے۔ صرف اسی وقت تدریس اور اکتساب کے معیار میں بہتری آسکتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اساتذہ کو مشورہ دیا کہ وہ سادہ اور آسان طور پر سوچنے کی عادت ڈالیں تاکہ طلبہ کو سمجھانے میں آسانی ہو۔

پروفیسر پانڈا نے نصیحت کی کہ اساتذہ اپنے طلبہ میں ناقدانہ سوچ کو ابھاریں۔

انہوں نے زور دے کر کہا کہ ہم ہندوستانی ہیں اور ہمارا منفرد کلچر ہے۔ اسے ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر انہوں نے چین کو پیش کیا اور بتایا کہ چینیوں نے اپنے کلچر کے سہارے کتنی ترقی کی ہے۔

پروفیسر خواجہ محمد شاہد، وائس چانسلر انچارج نے اپنے صدارتی خطاب میں پروفیسر پانڈا سے اتفاق کرتے ہوئے وزارتِ دیہی ترقی کی جانب سے یونیورسٹی کو موصول ہوئے خط کا حوالہ دیا جس میں فیلڈ ورک کے ذریعہ بطور خاص دیہی علاقوں میں مہارت کے فروغ پر زور دیا گیا تھا۔

پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ، رجسٹرار انچارج نے خیر مقدمی خطاب میں یونیورسٹی کا تعارف پیش کیا۔

پروگرام کا آغاز ایم ایڈ کے طالب علم عبداللہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پروفیسر ایچ خدیجہ بیگم، ڈین اسکول آف ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ نے پروفیسر سنتوش پانڈا کا تعارف پیش کیا۔ پروفیسر صدیقی محمد محمود، صدر شعبۂ تعلیم و تربیت نے کاروائی چلائی۔ ڈاکٹر ایم ونجا، اسوسیٹ پروفیسر شعبۂ تعلیم وتربیت کے شکریہ پر پروگرام اختتام کو پہنچا۔

خواتین کا تحفظ - مسائل اور حل

مرکز برائے مطالعات نسواں کی جانب سے شعور بیداری پروگرامز

مرکز برائے مطالعات نسواں کی جانب سے شعور بیداری پروگرام کے سلسلہ میں 10 / مارچ 2015 کو سنٹرل لائبریری آڈیٹوریم میں پینل مباحثہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کا عنوان ''ہندوستان میں خواتین کا تحفظ - مسائل اور حل'' رکھا گیا۔ مباحثہ کا افتتاحی خطبہ پروفیسر خواجہ ایم شاہد، نائب شیخ الجامعہ نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح کے پروگرامز سے طلبہ اور اسٹاف میں خواتین کے تحفظ کے متعلق شعور بیدار ہوتا ہے اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہر چیز کی شروعات ذہن اور سوچ سے ہوتی ہے۔ آج کے دور میں خواتین کے متعلق انسان کو اپنی سوچ بدلنے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ، رجسٹرار انچارج، ڈین اسکول آف آرٹس اینڈ سوشل سائنس نے ماڈریٹر کے فرائض انجام دیئے۔ مباحثہ 3 مرحلوں پر مشتمل تھا۔

پہلا مرحلہ مسائل، دوسرا غور و فکر اور اسکا حل اور تیسرا مرحلے میں شرکاء کو اپنے خیالات پیش کرنے کی اجازت تھی۔ اس مباحثہ میں جناب باشاہ نواز خان، اسپیشل میٹرو پولیٹن مجسٹریٹ، کریمنل کورٹ، محترمہ رما راجیشوری، ڈی سی پی ملکاجگیری و سربراہ ''شی ٹیم'' حیدرآباد اور محترمہ زہرہ بیگم، ایڈوکیٹ کریمنل کورٹ حصہ لیا۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر، صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، ڈاکٹر شاہدہ، صدر شعبہ تعلیم نسواں بھی مباحثہ میں شریک تھے۔ باشاہ نواز خان نے اپنے خطاب میں کہا کہ عورت خود کو کمزور سمجھتی ہے۔ اسے اپنا ذہن تبدیل کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ عورت کا احترام ہمارا فرض ہے۔ محترمہ ما راجیشوری نے کہا کہ خواتین پر ہو رہے مظالم میں اضافہ کی وجہ یہ بھی ہے کہ خواتین اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی پولیس اسٹیشن میں شکایت نہیں کرتیں۔ حالانکہ اب پولیس نے نئی ٹکنالوجی کا استعمال شروع کردیا ہے جس سے سراغ لگانا آسان ہوگیا ہے۔ کسی بھی ناگہانی صورت حال میں 100 نمبر ڈائل کرتے ہوئے پولیس کو اطلاع دی جاسکتی ہے اور پولیس فیس بک پر بھی اس کی خبر کی جاسکتی ہے۔ محترمہ زہرہ بیگم نے کہا کہ تعلیم اپنے گھر سے شروع ہونی چاہیئے۔ اس لیے گھریلو تربیت بے حد ضروری ہے۔ ڈاکٹر شاہدہ نے کہا کہ آج سماج میں مشترکہ خاندان کی کمی ہی ہمارے سماج میں خواتین پر ظلم کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ انہوں نے اقوام متحدہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ کی He and She ٹیم کے نظریے کو ہم بھی آگے بڑھائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ عورت اکیلی کچھ نہیں کرسکتی۔ جب تک کہ مرد ساتھ نہ دیں۔ ڈاکٹر فہیم اختر نے اسلامی تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ نبی کریمؐ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں خواتین پر مظالم نہیں ہوتے تھے۔ یہ آج کے دور کی دین ہے۔ انہوں نے کہا کہ تعلیم معلومات کے حصول کا نام ہے اور تربیت گھر سے ہوتی ہے۔ اسکے بعد کھلے مباحثہ میں شرکاء اور طلباء نے مختلف سوالات کیے اور اپنی رائے بھی پیش کی۔ آخر میں ڈاکٹر آمنہ تحسین، انچارج ڈائریکٹر نے شکریہ ادا کیا۔ ابتداء میں سنٹرل لائبریری کی پہلی منزل پر پوسٹر نمائش کا پروفیسر خواجہ ایم شاہد نے افتتاح کیا جس کا عنوان ''خواتین کا تحفظ - ایک سماجی ذمہ داری'' رکھا گیا تھا نیز ادبی مقابلے بھی رکھے گئے تھے۔ جس میں طلبا نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اس ضمن میں ایک ثقافتی پروگرام بہ عنوان ''ایک شام عظمت نسواں کے نام'' منعقد ہوا۔ پروفیسر ایچ خدیجہ بیگم، ڈین اسکول آف ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ نے صدارت کی اور محترمہ ڈاکٹر اودھیش رانی، سماجی جہد کار مہمان خصوصی تھیں۔ پروگرام میں طلبہ نے نظم، گیت اور ڈرامے پیش کیے۔

اسپیشل میٹرو پولیٹن مجسٹریٹ کریمنل کورٹ جناب باشانواز خان اور ڈی سی پی ملکاجگری اور سربراہ شی ٹیم محترمہ ما راجیشوری

شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں اسلامی مطالعات فورم کا قیام

شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں اگست 2015 کو ''اسلامی مطالعات فورم'' قائم کیا گیا، اس فورم کا مقصد طلبہ میں علمی و تحقیقی معیار کو بلند کرنا، اور ان کی صلاحیتوں کو ابھارنا ہے، فورم کے تحت توسیعی خطبات، علمی مذاکرے، محاضرات، اور متنوع علمی سرگرمیاں انجام دی جارہی ہیں، اور ہر ہفتہ کو فورم کے تحت پروگرام منعقد کیا جاتا ہے۔ شعبہ نے ''اسلامی مطالعات'' کے نام سے دیواری پرچہ کا اجراء کیا ہے، یہ پرچہ طلباء شعبہ اسلامیات کی سرگرمیوں کا آئینہ دار اور ان کے افکار کا ترجمان ہے۔

شعبہ نے تعلیم اور ریسرچ کے میدان میں ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے سال 2015 سے ایم فل کا آغاز کیا ہے۔ ریسرچ کے طلبہ اپنی تعلیم کے ساتھ شعبہ کی مختلف علمی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ اس نئے شعبہ کی جانب سے دو طلبہ اب تک NET کوالیفائی کرچکے تھے، مزید ترقی کرتے ہوئے سید منہاج نے دسمبر 2014 میں JRF کوالیفائی کیا، اور ذیشان سارہ نے جون 2015 میں امتیازی نمبرات سے NET کوالیفائی کرلیا ہے۔

اُردو یونیورسٹی میں
بین الاقوامی یوگا ڈے

اُردو یونیورسٹی میں بین الاقوامی یوگا ڈے کے موقع پر 21 جون 2015 کو بین الاقوامی یوگا ڈے کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر انچارج وائس چانسلر پروفیسر خواجہ محمد شاہد نے کہا کہ ہمارے ملک میں یوگا کی روایت صدیوں سے موجود رہی ہے۔ اس سے بہت سارے فوائد وابستہ ہیں اور ہر شخص کو اس سے مستفید ہونا چاہیے۔ یوگا سے جسم مضبوط اور توانا رہتا ہے اور صحت مند دماغ کے لیے صحت مند جسم ہونا ضروری ہے۔ جب ہم تندرست رہیں گے تب پورا ملک ترقی کی طرف گامزن ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ آج پوری دنیا میں انٹرنیشنل یوگا ڈے منایا جارہا ہے۔ ہندوستان میں اس کا اہتمام بڑے پیمانے پر کیا گیا ہے۔ اُردو یونیورسٹی بھی اس میں شانہ بہ شانہ شریک ہے۔ انہوں نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عمر کے اس حصے میں ورزش کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی لیکن جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے ہر طرح سے ہمیں صحت کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں یوگا بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ اسے اپنی زندگی میں خود سے لازمی کر لینا چاہیے۔ اس تقریب میں پتانجلی یوگ پیٹھ کے ڈاکٹر رما کانت ساہو کو مہمانِ خصوصی کے طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ انہوں نے ''یوگا اور ہماری صحت'' کے عنوان سے ایک لکچر دیا، جس میں یوگا کے مختلف فوائد کے بارے میں تفصیلات فراہم کیں۔ پروگرام کے دوران یوگا ٹرینز جناب وی پربھاکر اور جناب رام اوتار تیواری نے یوگا کے مختلف آسنوں کا عملی مظاہرہ بھی کیا۔ پروگرام کے آخر میں پوسٹر سازی اور نعرہ نویسی کے مقابلے بھی منعقد ہوئے۔ جس میں طلبہ اور اسٹاف نے بھرپور حصہ لیا۔

سبھی مذاہب میں صفائی ستھرائی پر زور: پروفیسر رحمت اللہ

گاندھی جینتی کے موقع پر 2/ اکتوبر 2015 کو یونیورسٹی میں صفائی، ستھرائی پروگرام منعقد ہوا۔ پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ، رجسٹرار انچارج نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''گاندھی جی صفائی ستھرائی کو بہت اہم تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کے بغیر نہ تو ذہن کی صفائی ہوگی، نہ ماحول کی اور نہ فکر کی۔ صفائی، ستھرائی ہی سے صحت مند دماغ حاصل ہوتا ہے۔ تبھی ہم ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتے ہیں۔''

انہوں نے کہا کہ صفائی ستھرائی نصف ایمان ہے اور سبھی مذاہب میں صفائی ستھرائی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ صاف ستھرے ذہن میں ہی صاف ستھرے خیالات جنم لے سکتے ہیں اور تبھی ملک ترقی کرسکتا ہے۔

پروفیسر رحمت اللہ نے کہا کہ مولانا آزاد اتحاد پر بہت زور دیتے تھے اور اتحاد بغیر صاف ستھرے ذہن کے پیدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا گاندھی اور آزاد، دونوں کے خیالات یکساں تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دن صفائی کی مہم کا مقصد صفائی ستھرائی کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے اور لوگوں میں اس کے تئیں شعور بیداری پیدا کرنا ہے۔ یہ ایک دن کا معاملہ نہیں ہے بلکہ اسے ہمیشہ جاری رکھنا چاہیے۔ ہمیں اپنے گھروں اور دفاتر کے ساتھ ساتھ آس پاس کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا ہے اور صاف رکھنے میں تعاون دینا ہے۔

صفائی مہم میں پروفیسر فضل الرحمٰن، پروفیسر عبدالواحد، ڈاکٹر محمد یوسف خان، گروپ کیپٹن ایم آئی ساجد، جناب وی وی راؤ، ڈاکٹر مقبول احمد، ڈاکٹر کنیز زہرہ اور بڑی تعداد میں طلبہ اور اسٹاف کے اراکین نے حصہ لیا اور یونیورسٹی کے مختلف گوشوں کا جائزہ لیتے ہوئے صفائی کی۔

گرلز ہاسٹل میں جمنازیم کا افتتاح

انچارج وائس چانسلر پروفیسر خواجہ محمد شاہد نے 16 جولائی 2015 کو گرلز ہاسٹل جمنازیم کا افتتاح انجام دیا۔ اس موقع پر انھوں نے کہا کہ آج کی بھاگ دوڑ بھری زندگی میں صحت کو عام طور پر نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ جو ہمارے لیے بہت نقصاندہ ہے۔ صحت کے تئیں خواتین کو اور بھی زیادہ مستعد اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ خواتین کو صحت سے متعلق زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اس مقصد کے تحت یونیورسٹی نے گرلز ہاسٹل میں ایک جمنازیم قائم کیا ہے، تاکہ یہاں کی طالبات اور خاتون اسٹاف اس سہولت سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں اور اس شعبہ میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

''تحسینِ غزل'' اردو زبان کو وسعت دینے کا ایک اہم ذریعہ: نیر جا گری

غزل گلوکارہ محترمہ نیر جا گری نے ''تحسینِ غزل'' کورس کے روحِ رواں پروفیسر خالد سعید کی وداعی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''پہلے میں غزل کو محسوس کر کے گاتی تھی لیکن اب اسے سمجھتی بھی ہوں اور لطف لیتے ہوئے گاتی ہوں۔ غزل میں لفظوں کی گہرائی، تلفظ، قواعد اور طریقۂ اظہار کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ گلوکاری کے فن کو سمجھنے کا یہ ایک پیمانہ ہے اور غزل احساسات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔''

تحسین غزل کے طلبہ نے اس تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ پروگرام کے متعلم ڈاکٹر پرساد راؤ کوڈوری نے غالب کے شعر ''رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں'' کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اس شعر کو عصری مسائل سے ہم آہنگ کیا۔

ڈاکٹر دیپتی نے کہا کہ اس پروگرام کے ذریعہ دکنی کلچر، زبان اور شاعری کی قدر و قیمت سے آگاہی حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر عینی حسن نے کہا کہ وہ سائنس کی طالبہ رہی ہیں اور زندگی بھر انگریزی میں لکھتی پڑھتی رہیں، لیکن تحسینِ غزل پروگرام کے ذریعہ اردو سیکھی۔ انہوں نے مختلف شعراء کے اشعار کے ذریعہ پروفیسر خالد سعید کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ڈاکٹر رتنا، ڈاکٹر جسوین جیرات، محترمہ مونا کورین اور ملن شریواستو نے بھی خطاب کیا۔

پروگرام کے آخر میں پروفیسر خالد سعید کی گل پوشی اور شال پوشی کی گئی۔ ڈاکٹر کلپنا اور جناب ویہان نے ایک موسیقی ریز پروگرام پیش کیا۔ نظامت کے فرائض محترمہ سارہ میتھوز نے ادا کیے۔

علی سردار جعفری پر کتاب کی اشاعت

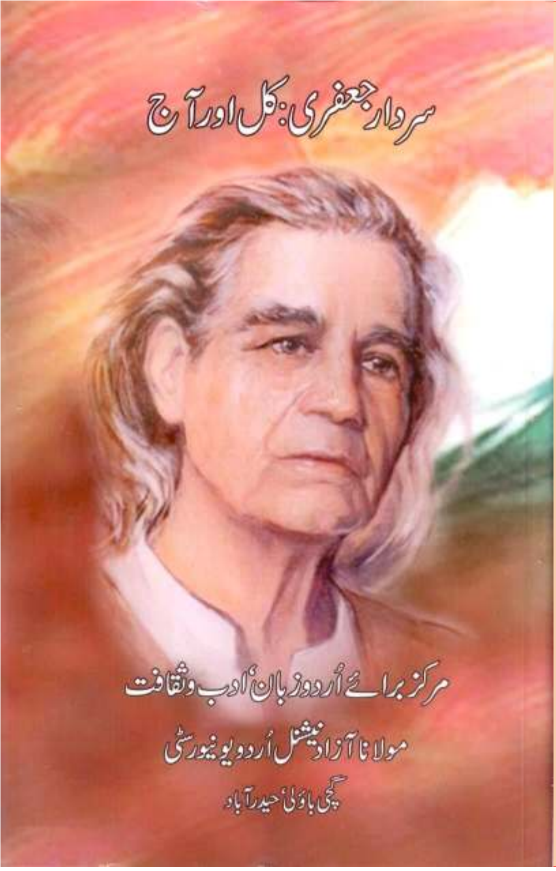

مرکز برائے اردو زبان ادب و ثقافت کے زیر اہتمام ممتاز ترقی پسند شاعر، ادیب و نقاد علی سردار جعفری پر ایک نئی کتاب ''سردار جعفری کل اور آج'' کی اشاعت عمل میں آئی۔ یہ کتاب سردار جعفری کی صد سالہ تقاریب کے موقع پر مرکز کی جانب سے منعقدہ قومی سمینار میں پیش کردہ مقالوں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر ارشاد احمد، اسسٹنٹ پروفیسر اُردو مرکز اور ڈاکٹر بی بی رضا خاتون، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو کتاب کے مرتبین ہیں۔ 280 صفحہ پر مشتمل یہ کتاب اُردو مرکز کی پانچویں اشاعت ہے۔

''خورشید الاسلام: ایک شاعر ایک ناقد'' کی رسم اجراء

ڈاکٹر ظفر گلزار

ڈاکٹر ظفر گلزار، سیکشن آفیسر کی کتاب ''خورشید الاسلام: ایک شاعر ایک ناقد'' کی رسم اجرا اُردو مرکز کے سمینار ہال میں 25/اگست 2015 کو پروفیسر خواجہ محمد شاہد، وائس چانسلر انچارج کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ پروفیسر بیگ احساس، پروفیسر مجید بیدار اور ڈاکٹر حبیب نثار کے علاوہ پروفیسر وہاب قیصر اور ڈاکٹر شمس الہدیٰ دریابادی نے کتاب پر تبصرہ کیا۔ پروفیسر محمد ظفر الدین نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ پروفیسر ایس ایم رحمت اللہ رجسٹرار انچارج نے بھی مخاطب کیا۔

محمد زبیر احمد کی دبئی میں تربیتی پروگرام میں شرکت

مرکز برائے اُردو زبان، ادب و ثقافت سے وابستہ محمد زبیر احمد، سیمی پروفیشنل اسسٹنٹ کو دبئی کے باوقار جمعہ الماجد مرکز برائے ثقافت اور ورثہ کے زیر اہتمام 11 ویں انٹرنیشنل کورس میں شرکت کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ انھوں نے دبئی میں یکم تا 16 مارچ 2015 منعقدہ اس کورس میں مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کی نمائندگی کی۔ کورس کا موضوع ''کتابوں کا تحفظ، کیمیائی عمل کے ذریعے حفاظت اور بحالی (دستی اور خودکار بحالی۔ عربی اور اسلامی جلد سازی۔ الیکٹرانک محافظ خانہ)'' تھا۔ محمد زبیر احمد کو کورس کی کامیاب تکمیل پر صدر مرکز جمعہ الماجد کے ہاتھوں صداقت نامہ تربیت عطا کیا گیا۔

اردو کا مسافر پروفیسر خالد سعید

ڈاکٹر بی بی رضا خاتون

پروفیسر خالد سعید صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ایک کامیاب استاذ،کہنہ مشق شاعر،جید نقاد اور منفرد افسانہ نگار کی حیثیت سے اردو دنیا میں خاص مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔آپ کی پیدائش ۱۰/ستمبر ۱۹۵۰ء کو علم و ادب کے گہوارے شہر گلبرگہ کرناٹک میں ہوئی۔آپ نے میکانیکل انجینئرنگ جیسے پروفیشنل کورس میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔ملازمت کا حصول ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ڈگر سے ہٹ کر چلنے کی عادت سے مجبور خالد سعید صاحب نے اپنے لیے ایک الگ راہ نکالی۔انھیں شروع ہی سے اردو زبان و ادب سے گہرا شغف تھا۔اپنے ادبی ذوق اور درس وتدریس سے فطری مناسبت کے پیش نظر انھوں نے ایم اے اردو کر کے تدریسی زندگی میں قدم رکھا۔ان کے اس فیصلے کی ان کے والدین نے بھر پور حمایت کی۔قابلِ صد تحسین ہیں وہ والدین جو اولاد کی خواہشات کی قدر کرتے ہیں اور ان کے خوابوں کو پورا کرنے میں ان کا تعاون کرتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔خالد سعید صاحب گلبرگہ کے ایک مہذب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کو ابتداء سے علمی و ادبی ماحول ملا۔معروف شاعر حمید الماس ان کے چچا ہیں۔انھوں نے دھارواڑ یونیورسٹی سے ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی اور بیدر کے ایک ڈگری کالج سے بحیثیت لکچرار اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۸ء میں یونیورسٹی آف میسور سے پی ایچ ڈی کے لیے عزیز احمد کی فکشن نگاری کے موضوع کو منتخب کیا۔اس تحقیقی وتنقیدی مقالے کے دو تین ابواب رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔انھوں نے اپنے مقالے کے ذریعے عزیز احمد کو دوبارہ متعارف کرایا ہے یعنی اس تحقیقی وتنقیدی کام نے کنعانِ ادب کے یوسفِ گم گشتہ کی تلاش اور ان کے ادبی مقام و مرتبہ کے تعین قدر میں نہایت اہم رول ادا کیا ہے۔

خالد سعید صاحب نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس میں اور علمی و ادبی سرگرمیوں میں گزار دی۔کسی کام کو اتنی محنت اور جانفشانی سے انجام دیتے ہیں بلکہ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اس کام میں ایسے ڈوب جاتے ہیں کہ گوہر نایاب سے کم پر اکتفا ہی نہیں کرتے۔جس کی مثالیں مختلف تعلیمی اداروں کے لیے تیار کردہ کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

پروفیسر خالد سعید صاحب کے تخلیقی سفر کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا۔ان کے افسانے ملک کے موقر رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔شاعری کی شروعات بہن کلثوم کے سانحہ ارتحال پر لکھی نظم سے ہوئی۔ان کا پہلا شعری مجموعہ 'شب: رنگِ نمو' ۱۹۸۵ء میں منظر عام پر آیا اور خوب داد و تحسین وصول کی۔اردو ادب کے بڑے بڑے ناقدین نے ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا۔مثال کے طور پر چند ناقدین کے اقوال پیش خدمت ہیں:

بلراج کومل: ''آپ کے کلام کی تازگی اور عصری حسیت سے میں متاثر ہوا ہوں۔غزل میں عمومی لب و لہجے سے آزاد ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔آپ نے بہت سے اشعار میں انفرادی لب و لہجے کا ثبوت دیا ہے۔آپ کی جو غزلیں،خاص طور پر 'دشت آدھا' غبار آدھا تھا' 'موسم قتل ہے ہونٹوں پہ دعا رکھتے' شامل ہیں۔مختصر نظموں میں نقش گری اور تجسیم کاری کی کیفیات ہیں،مقابلتاً لمبی نظموں میں تفصیلات کے نوکیلے پن نے گہرے تاثر کی فضا پیدا کی ہے۔''

حامدی کاشمیری: ''آپ کا مجموعہ شعری امکانات سے معمور ہے۔''

جمیل جالبی: ''آپ کا کلام پر اثر ہے۔آپ کے لہجے میں شیرینی اور لطافت ہے۔مجھے یقین ہے کہ انشااللہ آپ بہت ترقی کریں گے۔''

گیان چند جین: ''پہلی نظم 'سیدہ کلثوم کی نذر' اور۔۔کی نظم کا وزن میری سمجھ میں نہیں آیا۔یا تو ان میں عروض کی گہری معلومات کے بل پر بعض غیر مروجہ زحافات سے کام لیا ہے یا پھر بعض مصرعے وزن میں پورے نہیں۔آخری حصے میں بعض نظمیں غالباً نثری نظم سے تعلق رکھتے ہیں۔''

وارث علوی: ''آپ کی کتاب تعبیرات ملی۔مضامین پڑھے میں سمجھتا ہوں تمہاری ذات میں اردو کو ایک اہم نقاد مستقبل قریب میں ملنے والا ہے۔نئی نسل کے نقادوں سے میں لگ بھگ مایوس ہو چکا تھا۔تمہارے نام سے واقف نہیں تھا۔اس سے قبل تمہارا کوئی مضمون نظر سے نہیں گزرا تھا۔لہٰذا کتاب ملی تو ورق گردانی کے بعد اس کا حشر بھی وہی ہوتا جو آج کل اپنی نوع کی کتابوں کا ہوتا ہے۔لیکن ایک چادر میلی سی' میں مجھے ذاتی دلچسپی تھی کیونکہ ان دنوں میں بیدی پر کام کر رہا ہوں۔اس لیے فوراً یہ مضمون پڑھنا شروع کر دیا۔یہ مضمون آپ کے تنقیدی جوہر کا آئینہ ہے۔مضمون کا شمار بیدی پر لکھے گئے بہترین مضامین میں ہونا چاہئے۔میں تو اپنے طور پر مضمون کا استعمال میری کتاب میں کروں گا۔بغیر دانشورانہ

چالاکیوں اور ہوشیارانہ علامتی موشگافیوں کی نمائش کے تم نے ایک ایسی سادگی اور خلوص سے بیدی کے رمزیہ نظام کو منکشف کیا ہے کہ تمہارے اسلوب اور لب ولہجہ اور سمجھ بوجھ کی بے داغ معصومیت کے سبب تمہاری نقادانہ شخصیت نہایت پیاری ہو جاتی ہے۔ میں اس مضمون پر ہی نہیں بلکہ دوسرے مضامین' اور تمہارے دلپسند اسلوب' سلجھی ہوئی زبان اور مہذب اور شائستہ تنقیدی شعور کی تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔"

خالد سعید صاحب نے ادب اطفال میں بھی خصوصی دلچسپی لی، بچوں کے لیے نظمیں تخلیق کیں، ان کو زبان کی باریکیوں، محاوروں اور کہاوتوں سے واقف کرانے کے لیے ایک کتاب "کھیل کہاوت" کے نام سے لکھی۔ جس میں بچوں کو بڑے دلچسپ انداز میں' تصویروں کی مدد سے محاورے سکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ غیر اردو داں طبقے کو اردو زبان سکھانے کے لیے "Learn Urdu" جیسی کتاب تصنیف کی جس کی خوب پذیرائی ہو رہی ہے۔

خالد سعید صاحب نے دورِ حاضر میں اردو زبان کی معنویت' مسائل' ملازمت کے مواقعے اور اردو ذریعۂ تعلیم کی اہمیت وافادیت کے موضوع پر متعدد مضامین لکھے۔ اور اب تک ان کے ۱۰۰ سے زائد تنقیدی مضامین ملک کے مختلف موقر رسائل و جرائد جیسے سوغات' سب رس' شعر و حکمت' شب خون' تحریک' شاعر' کتاب نما' جواز' ذہنِ جدید' آہنگ وغیرہ کی زینت بن چکے ہیں۔ خالد سعید صاحب دو رسالوں "واردات" اور "پیش رفت" کے مدیر بھی رہے ہیں۔ انھوں نے متعدد سمیناروں میں مقالے پڑھے۔ توسیعی لکچرس دیئے جن کی فہرست طویل ہے۔ مختلف تعلیمی اداروں کی نصابی کمیٹیوں کے صدر اور رکن کی حیثیت سے اردو کی کتابیں ترتیب دی ہیں۔

پروفیسر خالد سعید صاحب نے یونیورسٹی میں دو بین الاقوامی اور چار قومی سمینار' بحیثیت کنویز و ڈائرکٹر منعقد کیے ہیں۔ ان میں بین الاقوامی سمینار بعنوان "اردو اور جد وجہدِ آزادی" ۱۱ تا ۱۳/ مارچ ۲۰۰۷ء، بین الاقوامی سمینار بعنوان "اسلامی فن اور ثقافت" ۳۰، ۳۱ دسمبر اور ۱/ جنوری ۲۰۱۲ء، قومی سمینار بعنوان "زینت ساجدہ: ایک یاد ایک اعتراف" ۲۸/ جنوری ۲۰۰۹ء، قومی سمینار بعنوان "خواتین کی تحریریں، خواتین سے متعلق تحریں" ۱۶، ۱۷/ اکتوبر ۲۰۱۲ء، قومی سمینار بعنوان "جاسوسی ادب اور ابنِ صفی" ۲۳، ۲۴/ اکتوبر ۲۰۱۳ء، قومی سمینار بعنوان "سردار جعفری آج اور کل" ۲۵، ۲۶/ فروری ۲۰۱۴ء شامل ہیں۔

خالد سعید صاحب نے شعبۂ اردو کے لیے تحسین غزل اور آموزشِ اردو جیسے کورسس کو اپنی اختراعِ ذہنی سے نہ صرف ڈیزائن کیا بلکہ بڑی کامیابی سے چلایا بھی، خصوصاً غیر اردو داں طبقے میں یہ کورسز بہت مقبول ہوئے۔ تحسین غزل IPS Probationers اور IAS Trainees کے لیے اردو کلاسس کے انعقاد کے ذریعے غیر اردو داں طبقے میں اردو زبان وادب کو متعارف کرانے میں آپ کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔

تخلیقات : **شب: رنگ نمو** (شعری مجموعہ 1988)؛ **تعبیرات** (تنقیدی مضامین 2004)؛ **کھیل کہاوت** (بچوں کو محاورے اور کہاوتیں سکھانے کے لیے)؛ **پسِ تحریر** (تنقیدی مضامین)؛ **بارہ مضامین** (تنقیدی مضامین 2004)؛ **معنی کا گماں** (تنقیدی مضامین 2009)؛ لرن اردو (Learn Urdu)

پروفیسر خالد سعید صاحب کو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے پہلے پروفیسر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ وہ یونیورسٹی میں مختلف عہدوں پر فائز رہے جیسے کارگزار شیخ الجامعہ، کارگزار رجسٹرار، ڈین اسکول برائے السنہ، لسانیات اور ہندوستانیات، بانی صدر شعبہ اردو، چیف وارڈن، رکن مجلس عاملہ' رکن مجلس درسیات، ڈائریکٹر، مرکز برائے اردو زبان، ادب وثقافت وغیرہ۔

انعامات واعزازت:

۱۔ کرناٹک اردو اکیڈمی نے آپ کی تنقیدی و تحقیقی خدمات کے لیے Life Time Achievement ایوارڈ سے نوازا۔

۲۔ "شب: رنگِ نمو" پر کرناٹک اردو اکیڈمی نے بہترین شعری مجموعے کے انعام سے نوازا۔

۳۔ "تعبیرات" پر گلبرگہ یونیورسٹی نے انعام عطا کیا۔

۴۔ آل انڈیا اردو منچ نے "پسِ تحریر" کو انعام سے نوازا۔

پروفیسر خالد سعید صاحب نے یو جی سی، ملک کی کئی یونیورسٹیوں، تعلیمی وعلمی اداروں کی مختلف اہم کمیٹیوں کے صدر اور رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دی ہیں۔

سفر: پروفیسر خالد سعید صاحب نے تعلیمی وثقافتی مندوب کی حیثیت سے ترکی کے تعلیمی وثقافتی اداروں کا دورہ کیا۔ بین الاقوامی سمینار میں مقالہ پیش کرنے کے لیے ترکمانستان کا سفر کیا۔

خالد سعید صاحب نے متنوع طریقوں سے اردو زبان وادب کی خدمت کی ہے۔ درس وتدریس کے علاوہ' تخلیقی ادب، تنقیدی مضامین، توسیعی خطبات، مقالات اور مضامین قلمبند کیے۔ انجمنیں قائم کیں، رسالے نکالے، ٹی وی لکچرس دیئے، audio cassettes تیار کیے، غیر اردو داں طبقے کے لیے Learn Urdu جیسی کتاب لکھ کر اردو زبان وادب کا حق ادا کر دیا۔ پروفیسر خالد سعید، 2004 میں بحیثیت پروفیسر اس یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے وابستہ ہوئے۔ وہ یونیورسٹی کے پہلے پروفیسر تھے اور 30/ستمبر 2015 کو وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

ڈاکٹر بی بی رضا خاتون، شعبۂ اردو میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں

تعلیم اور مذہب

مولانا آزاد نے 13 جنوری 1948ء کو سنٹرل ایڈوائزری بورڈ کے چوتھے سیشن میں ایک خطبہ دیا تھا۔ یہ، اس بورڈ کا چودھواں اجلاس اور آزاد ہندوستان کا پہلا اجلاس تھا۔ اس میں تعلیمی نصاب، ذریعہ تعلیم کی زبان، مذہبی تعلیم پر غور و فکر کی دعوت ملتی ہے۔ مولانا آزاد کے اس خطبہ کی سہل زبان کو بھی پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ پیش ہیں خطبہ کے کچھ اقتباسات:

آج ہم ایک نئے ہندوستان میں اکٹھے ہوئے ہیں، جسے اب اپنی نئی تاریخ بنانی ہے، اور جس کی نئی بننے والی تاریخ کا ایک ورق ہم آج الٹ رہے ہیں۔

اس بورڈ نے آج تک تعلیم کے مسئلوں کو جن ترازوؤں میں تولا تھا، وہ آپ کے لیے پرانے ہو گئے۔ اب آپ کو نئے ترازو بنانے پڑیں گے اور نئے بٹوں سے ان کا وزن تولنا پڑے گا۔ اب آپ وقت کے قومی مسئلوں کی لمبائی چوڑائی ان فیتوں سے نہیں ناپ سکتے جو کل تک آپ کو ہر طرح کی ناپائی کا کام دیتے رہے ہیں۔ نئے ہندوستان کی نئی مانگوں کا جواب دینے کے لیے آپ کو نئے دماغوں اور نئے اوزاروں کی ضرورت ہو گی۔

اس بورڈ نے اس وقت تک قومی تعلیم کے سوال کو کتنا ہی دھیان کے پھیلاؤ اور آنکھ کی گہرائی کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کی ہو، لیکن اس حقیقت کی پرچھائیں سے وہ اپنے دماغ کو نہیں بچا سکتا تھا کہ ایک قومی حکومت کے بے روک ارادے اسے سہارا دینے کے لیے موجود نہیں ہیں۔ اسے پوری طرح پھیلنے کی خواہش رکھنے پر بھی اپنے آپ کو کچھ نہ کچھ سمٹا اور سکڑا ہوا رکھنا پڑتا تھا لیکن اب وہ حالت باقی نہیں رہی۔ آپ جس قوم کی تعلیم کے مسئلوں پر سوچ وچار کرنا چاہتے ہیں، اُسی کی قومی حکومت اپنے بے روک ارادوں اور بے بندھن قدموں کے ساتھ آپ کو سہارا دینے کے لیے موجود ہے وہ آپ سے توقع رکھتی ہے کہ مقصد کی سرگرمی اور دھیان کی گہرائی کو جو کانٹا اس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے آپ اپنے تمام مشوروں کو بھی اسی طرح کے کانٹے سے تولتے ہوئے پیش کریں گے۔

لیکن اگر آج ہم نئے ارادوں اور نئی سرگرمیوں کے ساتھ نئے قدم اٹھانا چاہتے ہیں، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ اس بورڈ کی پچھلی خدمتوں کی قدر و قیمت کا ہمیں پورا احساس نہیں ہے۔ اس بورڈ نے پچھلے تیرہ برسوں کے اندر اپنا فرض جس سرگرمی اور قابلیت کے ساتھ انجام دیا ہے، اس کا ریکارڈ اس کی رپورٹوں کے ہزاروں صفحوں کے اندر پھیلا ہوا ہے، اور ملک کی آج کل کی تعلیمی سرگرمی اس کی گواہی دے رہی ہے۔ غالباً اس کی تاریخ کی سب سے زیادہ قیمتی خدمت وہ سمجھی جائے گی جو اس نے ۴۴ء میں بیسک ایجوکیشن کی نئی اسکیم تیار کر کے انجام دی۔ برٹش انڈیا کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ملک کی بنیادی تعلیم کے سوال کو اس کے اصل روپ میں دیکھنے کی کوشش کی گئی اور ایک ایسا نقشہ بنایا گیا جس میں دھیان کا پھیلاؤ اور کام کی جرأت، دونوں کو ہم موجود پاتے ہیں حالانکہ یہی دو چیزیں ہیں جو یہاں بہت کم ملا کرتی تھیں۔

لیکن اس سلسلہ میں معاملہ کا ایک خاص پہلو ہے جس پر میں آپ کو توجہ دلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بیسک ایجوکیشن کے سلسلہ میں مذہبی تعلیم کا سوال پیدا ہوا تھا اور بورڈ کی دو کمیٹیوں نے اس پر سوچ وچار کیا تھا، لیکن یہ کمیٹیاں کسی ایک نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وقت کی اس بدلی ہوئی حالت میں پھر نئے سرے سے اس سوال پر غور کیا جائے کیونکہ ہمارے ملک کے لیے یہ سوال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مذہبی تعلیم کے بارے میں انیسویں صدی کا جو لبرل نقطۂ خیال تھا، اب عام طور پر اپنا وزن کھو چکا ہے۔ پہلی بڑی لڑائی کے بعد سے ہی ایک دوسرا نقطۂ خیال بننا شروع ہو گیا تھا جسے دوسری لڑائی کے انقلابی نتیجوں نے پوری طرح ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ قومی تعلیم میں مذہبی تعلیم کو ملانا بچوں کے بے روک عقلی اُبھار کو نقصان پہنچائے گا۔ اب مان لیا گیا ہے کہ مذہبی تعلیم کے بغیر چارۂ کار نہیں۔ قومی تعلیم اگر اس چیز سے خالی رہے گی تو نہ تو سچّی اخلاقی روح پیدا ہو سکے گی، نہ انسانیت کا سانچا ٹھیک طرح ڈھالا جا سکے گا۔ چنانچہ روس کو عین لڑائی کے زمانے میں جس طرح اپنے پچھلے فیصلے بدلنے پڑے، اس کی کہانی آپ سن چکے ہیں اور ۴۴ء میں انگلینڈ کی حکومت کو اپنے تعلیمی نقشہ میں جو ترمیم کرنی پڑی اس کا حال بھی آپ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے، معاملہ بالکل ایک دوسرے روپ میں ہمارے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں مذہبی تعلیم کی ضرورت کا نیا احساس اس لیے پیدا ہوا کہ لوگوں نے دیکھا، مذہب کی تعلیم کو اگر الگ رکھا جاتا ہے، تو لوگ ضرورت سے زیادہ عقل والے بن جاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں مذہب کا اثر جس طرح کام

کر رہا ہے' اسے دیکھتے ہوئے ہمارے سامنے یہ خطرہ نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا خطرہ پیش آ گیا ہے' ہمیں اس کا ڈر نہیں ہے کہ لوگ ضرورت سے زیادہ عقل والے بن جائیں گے۔ ہمیں اس خطرہ نے گھیر لیا ہے کہ لوگ ضرورت سے زیادہ مذہب والے بن جاتے ہیں۔ ہماری آج کل کی مصیبتیں یورپ کی طرح مادّہ پرستی کے پاگلوں نے نہیں پیدا کیں' بلکہ مذہب کے پاگلوں نے پیدا کی ہیں۔ اگر ہم اس حالت سے اپنے ملک کو نکالنا چاہتے ہیں تو اس کا علاج یہ نہیں ہوسکتا کہ مذہبی تعلیم کو آج کل کی حالت کے رحم پر چھوڑ دیں۔ ہمیں چاہیے کہ پوری طرح اسے اپنی دیکھ بھال کے اندر لیں اور اچھی قسم کی اور سچی مذہبی تعلیم دلائیں' اس طرح ہم اس کی روک تھام کر دیں گے کہ اپنے غلط روپ میں آ کر بچوں کے دماغوں کو پہلے دن سے بگاڑ دینے کا موقع نہ پائے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کروڑوں باشندے ابھی اس کے لیے تیار نہیں ہوسکتے کہ اپنے بچوں کو مذہب کے لگاؤ سے الگ رکھیں' اور میں سمجھتا ہوں' خود آپ کی بھی یہ خواہش نہ ہوگی پھر اگر حکومت اپنی تعلیم کے نقشہ میں مذہبی تعلیم کے لیے جگہ نہیں نکالنا چاہتی تو سوچنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا کہ لوگ اپنے پرائیویٹ ذریعوں سے بچوں کو ابتدائی مذہبی تعلیم دلانے کی کوشش کریں گے۔ یہ پرائیویٹ ذریعے آج کل جس طرح کے ہوسکتے ہیں' اس کا حال آپ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ میں واقفیت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ نہ صرف دیہاتوں میں بلکہ شہروں میں بھی بچوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کا کام جن استادوں کے ہاتھوں میں آتا ہے' وہ عام طور پر آدھے پڑھے ہوئے جاہل آدمی ہوتے ہیں' اور مذہب کو صرف اس کی بگڑی ہوئی اور تنگ خیالی کی صورت ہی میں پہچانتے ہیں ان کی پڑھائی کا ڈھنگ بھی ایسا ہوتا ہے جس میں دماغ کے کھلنے اور دھیان کے روشن ہونے کی بہت کم جگہ نکل سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے ہاتھوں سے جن بچوں کے دماغ کا سب سے پہلا سانچا ڈھلے گا' انھیں آگے چل کر کتنا ہی تعلیم کے نئے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے لیکن وہ اپنے پلاسٹک سانچے کے اثر سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکیں گے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک کی دماغی زندگی کو اس خرابی سے بچائیں' تو ہمارے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ابتدائی مذہبی تعلیم کو لوگوں کے پرائیویٹ ذریعوں کے رحم پر نہ چھوڑ دیں۔ خود اپنی دیکھ بھال کے ساتھ اس کا انتظام کریں۔ ایک باہر کی حکومت کو بلاشبہ یہی بات سجتی تھی کہ وہ مذہبی تعلیم کی ذمہ داری سے اپنے کو الگ رکھے۔ لیکن ایک قومی حکومت اس ذمہ داری سے الگ نہیں رہ سکتی۔ اس کا فرض ہے کہ ملک کا قومی دماغ ڈھالنے کے لیے ایک ٹھیک سانچا بنائے لیکن ہندوستان میں مذہب کو چھوڑ کر ہم کوئی ایسا سانچا نہیں بنا سکتے۔

اگر مذہبی تعلیم کے لیے بیسک ایجوکیشن میں جگہ رکھی جائے تو اس کی مقدار کیا ہو؟ اور اس کا انتظام کس طرح کیا جائے؟ بلاشبہ ان سوالوں پر بہت زیادہ سوچ وچار کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں کچھ کٹھنائیاں بھی ہیں جن کے دور کرنے کا راستہ ہمیں ڈھونڈھنا ہے' لیکن میرے لیے ابھی ان تفصیل کی باتوں میں جانا ضروری نہیں۔ اگر اصلی سوال طے کر دیا جائے تو پھر تفصیل کی باتوں پر غور کر کے ایک نقشہ بنایا جا سکتا ہے۔

ایک اور معاملہ پر آپ کو اپنی آخری رائے اب قائم کر لینی ہے' وہ یہ ہے کہ آئندہ ہماری اونچے درجہ کی تعلیم کا ذریعہ کون سی بھاشا ہو؟ میں سمجھتا ہوں' اس بارے میں دو باتیں ایسی ہیں جن سے آپ ضرور اتفاق کریں گے۔ ایک یہ کہ آئندہ انگریزی بھاشا تعلیم کا ذریعہ نہیں رہ سکتی۔ دوسری یہ کہ جو تبدیلی بھی اس بارے میں کی جائے' وہ اچانک نہ کر دی جائے۔ دھیرے دھیرے اور درجہ بدرجہ کی جائے۔ میرا خیال ہے کہ جہاں تک اونچے درجہ کی تعلیم کا تعلق ہے' ہمیں ابھی پانچ برس تک اسٹیٹس کو قائم رکھنا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ آئندہ تبدیلی کی تیاریوں کا کام بھی شروع کر دینا چاہیے تا کہ اس مدّت کے بعد ہم تعلیم کی تمام شاخوں کی پڑھائی کا کام اپنی ملکی زبان کے ذریعہ کر سکیں۔ میں چاہتا ہوں' اس بارے میں بھی آپ غور وفکر کے بعد اپنا مشورہ حکومت کو دے دیں۔

اس سلسلہ میں ایک بنیادی سوال یہ بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ انگریزی کی جگہ کوئی ایک زبان اختیار کی جائے یا ایک سے زیادہ؟ یعنی ملک میں یونیورسٹی کی تعلیم کی زبان ایک رہے' یا ہر صوبہ اپنی اپنی مقامی زبان کو اختیار کر لے؟ انگریزی زبان ہمارے لیے ایک باہر کی زبان تھی۔ اسے پڑھائی کا ذریعہ بنانے سے ہمیں کئی طرح کے نقصان پہنچے لیکن ساتھ ہی ایک بہت بڑا فائدہ بھی پہنچا یعنی ملک کے تمام پڑھے لکھے آدمیوں کے دھیان گیان کی ایک زبان ہو گئی اور اس نے تمام ملک کو اکتائی کی ایک ڈوری میں باندھ دیا۔ یہ فائدہ اتنا بڑا فائدہ ہے کہ اگر غیر ملکی زبان کو ذریعہ بنانے کا بنیادی نقصان میرے سامنے نہ ہوتا تو میرا دماغ اس طرح جھکنے لگتا کہ اب انگریزی زبان کو اس کی تعلیمی جگہ سے ہٹانا بہتر نہ ہوگا لیکن مجھے اس رائے کی طرف بڑھنے سے اپنے آپ کو روکنا پڑتا ہے میں آپ سے ایک بات پوچھنی چاہتا ہوں۔ اگر کل تک ایک مدراسی' ایک بنگالی' ایک پنجابی کو اس میں کوئی کٹھنائی محسوس نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنی مادری زبان رکھتے ہوئے بھی ایک اجنبی زبان کے ذریعہ تعلیم پائے تو اب یہ بات کیوں اس کے لیے کٹھن ہو جائے کہ خود اپنے دیس کی ایک بھاشا کے ذریعہ تعلیم حاصل کرے؟ اگر ہم انگریزی کی جگہ ہندوستانی زبان کو تمام ملک کے لیے اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ٹھہرا سکتے ہیں' تو انگریزی کی وجہ سے جو دماغی اکتائی ملک میں پیدا ہوگئی ہے وہ بدستور قائم رہے گی۔ لیکن اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے' تو پھر ہمیں دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ لیکن میں یہ کہنے سے اپنے آپ کو نہیں روک سکتا کہ اس سے ہماری دماغی اکتائی کی مضبوطی کو ٹھیس ضرور لگے گی۔ یہ دوسرا طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ تمام صوبے اپنے اپنے حلقوں کی زبانیں اختیار کر لیں اور اس کے ساتھ ہندوستانی زبان کی تعلیم کو بھی بطور ایک بیچ کی زبان کے اور بطور ایک انٹر پراونشل زبان کے ضروری ٹھہرا دیں۔ میں چاہتا ہوں اس مسئلہ پر بھی آپ نئے سرے سے غور وفکر کریں' اور اپنی ایک صاف رائے قائم کر لیں۔

(مشمولہ کتاب ''امام الہند'' مرتبہ ڈاکٹر سیدہ سیدین حمید' انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز)

مختلف شعبوں میں پی ایچ ڈی حاصل کرنے والے اسکالرس

مدثر منظور کرمانی، کمپیوٹر سائنس

شعبۂ کمپیوٹر سائنس و انفارمیشن ٹکنالوجی کے ریسرچ اسکالر مدثر منظور کرمانی کو پی ایچ ڈی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ انہوں نے پروفیسر عبدالواحد، ڈین اسکول آف کمپیوٹر سائنس اینڈ انفارمیشن ٹکنالوجی کی نگرانی میں اپنا مقالہ ''ریوائزڈ یوز کیس پوائنٹ بیزڈ سافٹ ویئر ایفرٹ ایسٹی میشن'' (Revised Use-Case Point based Software Effort Estimation) تحریر کیا۔ 27/ نومبر 2015 کو ان کا زبانی امتحان (Viva-Voce) منعقد ہوا تھا۔ مدثر کرمانی نے شعبۂ کمپیوٹر سائنس کے سب سے پہلے پی ایچ ڈی ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

واجدہ عشرت، ہندی

محترمہ واجدہ عشرت کو شعبۂ ہندی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ ان کے مقالے کا عنوان ''اصغر وجاہت اور عبدالبسم اللہ کے اُپنیاس ساہتیہ کا سماج شاستر'' تھا۔ اس تحقیقی کام کو انہوں نے پروفیسر ٹی وی کٹی منی کی نگرانی میں مکمل کیا۔ 12/ کتوبر 2015 کو زبانی امتحان (Viva-Voce) کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ محترمہ واجدہ عشرت، ڈپٹی رجسٹرار جناب محمد جمال الدین خان کی اہلیہ ہیں۔

ظہور احمد گیلانی، تعلیم و تربیت

سید ظہور احمد گیلانی کو شعبۂ تعلیم و تربیت میں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ ان کے مقالے کا عنوان ''A Study of Educational Backwardness of the Tribal People of District Shopian, Kashmir'' تھا۔ ڈاکٹر نجم السحر، اسوسیئٹ پروفیسر، مانو کی نگرانی میں انہوں نے یہ مقالہ مکمل کیا۔ 30/ کتوبر 2015ء کو زبانی امتحان (Viva-Voce) کا انعقاد عمل میں آیا۔ جناب سید ظہور احمد گیلانی اردو یونیورسٹی کے کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، سری نگر میں اسوسیئٹ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شوکت احمد تلوانی، انگریزی

شوکت احمد تلوانی کو شعبۂ انگریزی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ ان کے مقالے کا عنوان ''نیو پرسپکٹیو ان مسلم لٹریچر ان انگلش: اے اسٹڈی آف سیلکٹڈ ورکس آف ایم جے اکبر، محسن حامد اور کاملہ شمسی'' (New Perspectives in Muslim Literature in English: A Study of selected works of M.J. Akbar, Mohsin Hamid and Kamila Shamsie) تھا۔ اس تحقیقی کام کو انہوں نے ڈاکٹر شگفتہ شاہین، اسوسیئٹ پروفیسر شعبہ انگریزی کی نگرانی میں مکمل کیا۔ 14/ اگست 2015ء کو زبانی امتحان (Viva-Voce) کا انعقاد عمل میں آیا۔ شوکت تلوانی فی الحال مخم جاہ کالج آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے شعبہ انگریزی میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سید معز الدین، مینجمنٹ

شعبۂ مینجمنٹ میں سید معز الدین کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ کنٹرولر امتحانات پروفیسر صدیقی محمد محمود کے بموجب انہوں نے اپنا مقالہ ''بیمہ شعبہ میں مالیاتی انجینئرنگ-IRDA کے حوالہ سے'' پروفیسر محمد عبدالعظیم، ڈین اسکول آف مینجمنٹ و کامرس کی نگرانی میں مکمل کیا۔ ان کا زبانی امتحان (Viva-Voce) 27/ اکتوبر 2015 کو ہوا تھا۔ انہیں یہ ڈگری 30/ اکتوبر کو عطا کی گئی۔ وہ کئی قومی و بین الاقوامی کانفرنس، سمینار و ورکشاپ میں اپنے تحقیقی مقالے پیش کر چکے ہیں۔ واضح رہے کہ سید معز الدین شعبۂ مینجمنٹ، مانو کے پہلے پی ایچ ڈی ہیں۔

سید فرید الدین، تعلیم و تربیت

شعبۂ تعلیم و تربیت کے ریسرچ اسکالر سید فرید الدین کو پی ایچ ڈی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ انہوں نے پروفیسر سید شاہ محمد مظہر الدین فاروقی، سابق ڈائرکٹر مرکز پیشہ ورانہ فروغ برائے اردو میڈیم اساتذہ کی نگرانی میں اپنا مقالہ ''اے اسٹڈی آف دی مدرساس وتھ ریفرینس ٹو اینرولمنٹ، ڈراپ آوٹس اینڈ اچیومنٹ'' (A Study of the Madrasas with reference to Enrollment, Dropouts and Achievement) تحریر کیا۔ 14/ دسمبر 2015 کو ان کا زبانی امتحان (Viva-Voce) منعقد ہوا تھا۔